منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

۱۳۰۱ھ

انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین[۱۳۰۱]

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)[۱۳]

مسئلہ (۳۰۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلاۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اہل الایمان، وعلی الہ وصحبہ

تمام خوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے، جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے، اور آپ کی آل و اصحاب پر

المشروحة صدورهم لجلال اسرارہ و المفتوحة عیونهم بجمال انوارہ، واشهد ان لا الٰه الا الله وحدہ لا شریك له، وان محمدًا عبدہ ورسوله بالهدٰی ودین الحق ارسله صلی الله تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین، وعلینا معهم وبهم ولهم یا ارحم الراحمین اٰمین، قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، نور الله عیونه و اصلح شیونه مستعیذا برب الفلق من شر ما خلق وحامدا الله علٰی ما الهم ووفق۔

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے کھول دیے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولٰی جلیل کا بندہ ذلیل عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے، اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پُرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُننے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علماء و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلٰوۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاوٰی صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و عمائد مثل مسکم قنوجی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجریح و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہِ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکمِ اخیر و خلاصہ بحث و تنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا:

لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ۔[1]

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ۔[2]

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذَا شَیْئٌ۔[3]

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفیِ صحت نفیِ حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفیِ صلاح و تماسک نہ کہ صلوحِ تمسک نہ کہ دعوٰیِ وضع و کذب، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریحِ ائمہ فن کثرتِ طرق سے جبرِ نقصان متصور اور عملِ علماء و قبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریئے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابرِ دین سے مروی و منقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحتِ بصر و روشنائیِ چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ داعی کہ آخر اس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنتِ ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفیِ صحت کو احادیثِ مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیثِ موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولٰنا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

---

[1] المقاصد الحسنۃ   حرف المیم   حدیث ۱۰۲۱   مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت   ص ۳۸۵

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبرٰی)   حدیث ۸۲۹   مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت   ص ۲۱۰

[3] ردالمحتار   باب الاذان   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ۱/۲۹۳

تعالٰی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۱؎۔

عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شَے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔۲؎

یعنی مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سُن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانب باطن سے چُوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعا پڑھنا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سُنا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چُوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوجائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

پھر فرمایا:

وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

۱؎ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

۲؎ المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ " " " ص ۳۸۴

الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ؎۱ بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یرمد ابدا۔؎۱

رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا:

ثم روی بسند فیہ من لم اعرفہ عن اخی الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ہبت ریح، فوقعت منہ حصاۃ فی عینہ فاعیاہ خروجہا والمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، قال ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالٰی، وھذا یسیر فی جنب فضائل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔؎۲

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ ابن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انھوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامہا وخطیبہا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصریین، انہ سمعہ یقول من صلی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سنا

؎۱ المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

؎۲ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان، وجمع اصبعیہ المسبحۃ والابہام وقبلہما ومسح بہما عینیہ لم یرمد ابداً[1]

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمہ کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح، وسمعت ذلک ایضا من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق او العجم انہ یقول عند ما یمسح عینیہ، صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی، وقال لی کل منہما منذ فعلہ لم ترمد عینی[2]

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یُوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منہما استعملتہ، فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتہما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللہ تعالیٰ[3]

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جب سے مَیں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہُوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا:

قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی، اخبرنی الفقیہ الزاھد البلالی

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ انھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

---

[1] و [2] و [3] المقاصد الحسنۃ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۴۰۳

عن الحسن علیه السلام، انه قال: من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمداً رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد[1]۔

حضرت امام حسن علیٰ جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دکھیں۔

پھر فرمایا:

وقال الطاؤسی، انه سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجه، حدیث من قبل عند سماعه من المؤذن کلمة الشهادة ظفری ابهامیه ومسحهما علی عینیه، وقال عند المس اللهم احفظ حدقتی ونورهما ببرکة حدقتی محمد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ونورهما لم یعم[2]۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں اُنھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمات شہادت سُن کر انگوٹھوں کے ناخن چُومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنَوِّرْھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی من الشهادة الثانیة "صلی الله تعالٰی علیك یا رسول الله" وعند الثانیة منها "قرة عینی بك یا رسول الله" ثم یقال "اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین" فانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکون قائداً له

یعنی خبردار رہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمداً رسول اللہ سُنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کنز العباد

---

[1] المقاصد الحسنة باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] " " " " " " " ص ۳۸۵

الی الجنۃ کذا فی کنز العباد[1] میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا۔ شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیۃ بمکۃ المحمیۃ مولنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان، ہل ہو جائز ام لا؟ اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ہو مستحب نص بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب[2]۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر انگوٹھے چُومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشایخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ تعالٰی نے تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لا یصح فرماکر لکھتے ہیں: وروی تجربۃ ذٰلک عن کثیرین[3] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے: اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق، افادات چند نافع و سود مند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالٰی چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین ہے کہ یہاں بسط کامل وشرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار، واللہ الموفق ونعم المعین **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادۂ اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلٰی درجہ کی حدیث ہے

---

[1] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[2] فتاوی جمال بن عبداللہ عمر مکی

[3] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس بحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جُھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح منیہ[عـــہ۱] میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی " لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ " لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً۔[۱]	ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں، یہ حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسی[عـــہ۲] میں ہے:

علی الشیئ علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن۔[۲]	یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہوکر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[عـــہ۳] میں فرماتے ہیں:

قول احمد " انہ حدیث لایصح ای	یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

www.alahazratnetwork.org

عـــہ۱ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ	وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عـــہ۲ آخر صفۃ الصلٰوۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلٰوۃ ۱۲ منہ	صفۃ الصلٰوۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلٰوۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
عـــہ۳ ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی اٰخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ	گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل و عیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] و [۲] حلیۃ المحلی

لذاته فلا ینفی کونه حسنا لغیره، والحسن لغیره یحتج به کما بین فی علم الحدیث۔[1]

یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کریگا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں،

من نفی الصحة لا ینتفی الحسن[2] اھ ملخصا

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں،

هذا القسم من الحسن مشارك للصحیح فی الاحتجاج به، وان کان دونه[3]

یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،

لا یصح لا ینفی الحسن[4] اھ ملخصا

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں،

قد یکون غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج به، اذ الحسن رتبة بین الصحیح والضعیف[5]۔

یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجیت ہے، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما[6] (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کہ امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

[2] نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

[3] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۳

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۹

[5] جواہر العقدین فی فضل الشرفین

[6] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

کلا الحدیثین لا یصح عند اہل الحدیث[۱]

دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم[۲]

صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی ست دائرہ آں تنگ تا جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ست حتی درین شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم باصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[۳]

اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلٰی ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہوچکا ہے اور اس کا دائرہ بہت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول،

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحۃ، بل الحسن کاف[۴]

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں، اسلئے کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے

عــہ المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعل مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[۱] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

[۲] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۵۵

[۳] شرح صراط مستقیم لعبدالحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰

[۴] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

تو یہ بات واجب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح و لائق اعتبار ہونا کہ محض باطل و موضوع ٹھہرا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلٰی صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبۂ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوء حفظ یا تدلیس وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے، اس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع شدید یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے، ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ وسیرد علیک تفاصیل کل ذلک ان شاء اللہ العلی الاعلٰی (اس کی روشنی تفاصیل ان شاء اللہ تعالٰی آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت مفصل و مختص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ ت) خیر یہ بات تو دور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت کو بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت حسن دونوں کو شامل، تاہم اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں، نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے بیچ میں بھی دور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام ان صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ و دانستہ محض انجان بن جاتے اور مہر سپہر کو زیر دامن گرد تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلمات علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تقریریں لیجئے:

امام مستند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص و فحوی الخطاب اس دعوٰی جلیہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے بعد مشرقین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، تاہم عبارات النص سنئے:)

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ہو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں، اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، اور تنزیہ میں اس سے صدر کلام اور زیادہ فرمایا:

وہذا یجری فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لایصح" ونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذہبی علی ہذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل علوم و اصطلاحہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۰۶

[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۴۰

[3] القول المسدد الحدیث السابع مطبعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انه قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفه[1]

حکم کیا کہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

ملا علی قاری موضوعات میں زیرِ بیان احادیث نقل فرماتے ہیں،

لایلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لایخفی[2]

یعنی کھلی ہُوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی میں روزِ عاشورہ سُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی کا حکم "لایصح ھذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں،

قلت لایلزم من عدم صحتہ ثبوت وضعہ و غایتہ انہ ضعیف[3]

یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ "لایثبت" لایثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونہ[4]

یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث "البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا" (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت قولِ امام ابن عساکر "شاذ لایصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں،

ھو یفید انہ غیر موضوع کما لایخفی[5]

یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں قصر کرتے۔ فافہم

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۹

[2] موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۱۸

[3] " " " بیان احادیث الاکتحال یوم عاشوراء حدیث ۱۲۹۰ " " " " ص ۳۴۱

[4] مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

[5] موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ: بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے ان تسکینی طائفہ منکرین کا حیلہ شنیعہ وزور فظیع بوضوح تام طشت از بام ہوگیا جو کلمات علماء مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل بہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعوٰی کردیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلٰی کی نفی سے سب میں ادنٰی کا ثبوت ہوجائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنی یہ ٹھہرے کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے، یا تسکینی طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون

افادہ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں:

اول مستور، جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔

دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا محل نزاع فیہ، وان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لایروی الا عن عدل عندہ، کیحیٰی بن سعید القطان وعبد الرحمٰن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اخر۔[1]

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہوجائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام ائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابوحنیفۃ خلافا للشافعی (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے قبول

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دار الامام الطبری بیروت ۲/ ۵۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت، امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قالہ فی شرح المہذب، وذکرہ فی التدریب، وکذلک مال الی اختیارہ الامام ابوعمرو بن الصلاح فی مقدمتہ، حیث قال فی المسئلۃ الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین ویشبہ ان یکون العمل علی ھذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشہورۃ فی غیر واحد من الرواۃ الذین تقادم العہد بھم وتعذرت الخبرۃ الباطنۃ بھم ۱؎۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انھوں نے تیئسویں نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پرانا ہے اور ان کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور محدثین ضعیف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا ھل یقبل المجہول　　وھو علی ثلثۃ مجہول
مجہول عین من لہ راو فقط　　وردہ الاکثر والقسم الوسط
مجہول حال باطن وظاہر　　وحکمہ الرد لدی الجماہر
الثالث المجہول للعدالۃ　　فی باطن فقط فقد رأی لہ
حجیۃ بعض من منع　　ما قبلہ منہم سلیم فقطع ۲؎

(مجہول کے بارے میں علماءِ حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؛ اس کی تین اقسام ہیں، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کردیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کردیا ہے، تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم عہ ہیں تو انھوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ ای الامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانہ قطع بقبولہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

۱؎ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

۲؎ الفیۃ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۴۳

اسی طرح تقریب النواوی وتدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجہول اقسام مجہول العدالۃ ظاہراً وباطنا، ومجہولہا باطنا مع وجودہا ظاہرا وہو المستور، ومجہول العین، فاما الاول فالجمہور علی انہ لایحتج بہ، واما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققین[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو، دوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔(ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض مایضعف بہ رواۃ الحدیث وتعلل بہ احادیثہم لایکون تعلیلا ولا جرحا عند الفقہاء ولا عند العلماء باللہ تعالٰی مثل ان یکون الراوی مجہولا، لایثارہ الخمول وقد ندب الیہ، ولقلۃ الاتباع لہ اذ لم یقم لہم الاثرۃ عنہ[2]

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف وجرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو، بعض متشددین نے اگر دعوے سے تا مر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

---

[1] مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] قوت القلوب فصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

جهالة بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعا وکذا نکارة الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیه بانه ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[1]

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ[عـه۱] میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیه راو مجهول، ولا یضر لانه من احادیث الفضائل[2] (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا[عـه۲]: انه لیس بموضوع وفی سنده مجهول[3] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لو ثبتت[عـه۳] جهالته لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا ما لم یکن فی اسناده من یتهم بالوضع[4]

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

[عـه۱] ذکره فی باب فضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منه (م)

مصنف نے اذان وجواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[عـه۲] تحت حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منه (م)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[عـه۳] قاله فی حدیث ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی صلاة التسبیح لما اعله ابو الفرج بجهالة موسی بن عبد العزیز ۱۲ منه (م)

صلوۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسٰی بن عبدالعزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

---

[1] رسالہ فضل نصف شعبان

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۶۹

[3] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۹۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

[4] لآلی مصنوعہ صلوۃ التسبیح " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۴۴

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی و وقائی میں فرماتے ہیں:

لا یلزم من الجہل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعا[1]

راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الآخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[2] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے۔ اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع[3]

یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویجہ فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجہول[4]

اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:[5]

عہ۱ قالہ فی حدیث وعید تارک الحج فلیمت ان شاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عہ۲ باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] لآلی مصنوعہ	صلوٰۃ التسبیح	مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر	۲/ ۱۸
[2] کتاب الموضوعات	فی حدیث انشاد الشعر بعد العشاء	مطبوعہ دارالفکر بیروت	۱/ ۲۶۱
[3] القول المسدد	الحدیث الثانی	مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند	ص ۳۶
[4] الصواعق المحرقہ	الباب الحادی عشر	مکتبہ مجیدیہ ملتان	ص ۱۴۳

قال السهیلی فی اسنادہ[عــه] مجاهیل وهو یفید ضعفه فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسنده مجهول وهو ایضا صریح فی انه ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر "منکر" هذا حجة لما قلته من انه ضعیف، لا موضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ما انفرد به الراوی الضعیف مخالفا لروایة الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وهی مرتبة فوق المنکر اصلح حالا منه اھ ملخصا[1]

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فنِ اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر ختم ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصاً (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہول راوی ہونا حدیث میں صرف ضعف کا موجب ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادۂ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا کالارسال[عــه] بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں (ت)

[عــه] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی آمنا به صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ۱۲ منه (م)

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر آپ کی ذات پر ایمان لائے، یہ اسی حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

[عــه] قوله کالارسال ای علی تفسیر وهو سقطه من آخر وهو علی الاطلاق ۱۲ منه (م)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱/۱۹۶

عدالۃ الرواۃ وثقتھم لا یضر۔[1]

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ عـه میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذلك فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات۔[2]

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ عـه میں فرماتے ہیں:

قال ابو داؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور۔[3]

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)

اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وہ بھی صرف موجب ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لا یضر ذلك عـه فی الاستدلال بہ لان المنقطع

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عـه اول صفۃ الصلاۃ فی کلامہ علی زیادۃ وجل ثناؤك فی الثناء ۱۲ منہ (م)

صفت صلوٰۃ کی ابتدا میں جہاں ثنا میں وجل ثناؤک کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عـه۲ تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضؤ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اس کا ذکر ام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عـه۳ تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعہ قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر ھو لا یضر ذلك ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہوجائیگا۔ ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں ہے تو ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

[2] حلیۃ المحلی

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ما یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۲۳

يعمل به في الفضائل اجماعا[1]	میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں، التقاط) تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[عہ] میں ہے:

المضطرب من قسم الضعيف لا الموضوع[2]	مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

اسی[عہ2] میں ہے:

المنكر نوع غير الموضوع وهو من قسم الضعيف[3]	منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اسی[عہ3] میں ہے:

صرح ابن عدي بان الحديث المنكر ليس بموضوع[4]	ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اسی[عہ4] میں ہے:

المنكر من قسم الضعيف وهو محتمل في الفضائل[5]	منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

عہ: ذكره في آخر باب الجنائز ١٢ منه (م)	باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ١٢ منہ (ت)
عہ2: اول باب الاطعمة ١٢ منه (م)	باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ١٢ منہ (ت)
عہ3: اول باب البعث ١٢ منه (م)	باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ١٢ منہ (ت)

عہ4: قاله في اواخر الكتاب تحت حديث فضل قزوين ١٢ منه رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ	الفصل الثانی من باب الرکوع	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	۳۱۵/۲
[2] التعقبات علی الموضوعات	باب الجنائز	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ	ص ۱۲
[3] " " "	باب الاطعمہ	" "	ص ۳۰
[4] " "	باب البعث	" "	ص ۵۱
[5] " " "	باب المناقب	" "	ص ۶۰

[عہ۱] اسی میں ہے:

رأيت الذهبي قال في تاريخه "هذا حديث منكر لا يعرف الا ببشر وهو ضعيف انتهى" فعلم انه ضعيف لا موضوع[1]

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

[عہ۲] اسی میں ہے:

حديث ابي امامة رضي الله تعالٰى عنه "عليكم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الايمان في قلوبكم" عليكم بحديث بطوله فيه الكديمي وضاع. قلت، قال البيهقي في الشعب "هذه الجملة من الحديث معروفة من غير هذا الطريق، وزاد الكديمي فيه زيادة منكرة، ويشبه ان يكون من كلام بعض الرواة فالحق بالحديث انتهى" والجملة معروفة اخرجها الحاكم في المستدرك والحديث المطول من قسم المدرج لا الموضوع[2]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث، اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے)، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی۔ اور اس جز معروف کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) غیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک، شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو آشنا بھی نہیں، جیسے "حدثنی رجل" (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

[عہ۱] ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م)؛ باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے

[عہ۲] اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴

[2] " " " " باب اللباس " " ص ۳۳

صرف حدیث ضعف سے ذکر موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم۔[1]

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی۔ (ت)

(تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے) ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ھارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزھری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا:

اوردہ (یعنی ابا الفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، وفی الثالث الحکم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبدالرحمن لم یتہم بکذب، ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمعیل بن عیاش وکلاھما یجبران ابہام الذی فی الطریق الاول اھ[2] مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابو الفرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کمی کا ازالہ کردیا جو سند اول میں تھا اھ مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج[ع] پھر خاتم الحفاظ تعقبات میں فرماتے ہیں:

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

[ع] باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۲۶۴

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقاق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۵

فلئن کان ثقۃ فھو علی شرط الصحیح، وان کان ضعیفا فھو عاضد للمسند المذکور[1][عہ]

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر مسند مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

افادۂ ششم

(ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے زائد، مجہول و مبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہٖ ثقہ ہو کما مرانفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط۔ ولہذا محدثین دربارۂ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولۃ، وثلث متروکۃ والسابعۃ مختلف فیھا (الی قولہ) السابعۃ قوم مجھولون انفردوا بروایات لم یتابعوا علیھا، فقبلھم قوم، ووقفھم اٰخرون[2]

ناقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول، تین متروک اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کرنے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

عــہ قالہ تحت حدیث من قرأ اٰیۃ الکرسی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۳

[2] مقدمۂ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر احادیث مخالفۃ للعقل والنقل، وما لم یصب فیہ اطلاق قد الوضع علی احادیث بکلام لبعض الناس فی رواتہا، کقولہ فلان ضعیف او لیس بالقوی او لین ولیس ذلك الحدیث مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفۃ ولا معارضۃ لکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا حجۃ بانہ موضوع سوی کلام ذلك الرجل فی رواتہ وھذا عدوان ومجازفۃ[1]

نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے سوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادۂ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت اقسام جرح میں جو کہ ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر ہے ایسی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تُو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسبابِ طعن کی دس قسمیں فرمائیں،

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے۔

(۲) **تہمت کذب** کہ جو حدیث اس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

(۳) **کثرت غلط**

(۴) **غفلت**

(۵) **فسق**

(۶) **وہم**

(۷) **مخالفتِ ثقات**

(۸) **جہالت**

(۹) **بدعت**

(۱۰) **سوءِ حفظ**

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔

---

[1] تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۷۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۹

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔

الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "الاشد" فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصاً (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اواخر تعقبات میں ہے:

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن، قلت ھذا لایقتضی الحکم بوضع حدیثہ[2]۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کرلیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ ہشتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرماچکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں[عہ] اس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[عہ] القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ[3]۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

[عہ] کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع من اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم ہے لہٰذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ] ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ (م)

ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴

[2] تعقبات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۸

[3] میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلۃ الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶

اسی[عہ۱] میں ہے:

قدمرّ ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ۔[۱]

جیسے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

یا بعض علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات[عہ۲] میں ہے:

قال البخاری منکر الحدیث، فغایۃ امرہ حدیثہ ان یکون ضعیفاً۔[۲]

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۂ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد مرتبۂ[عہ۳] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے، میزان میں ہے:

عہ۱ قالہ فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منہ (م)

سلیمان بن داؤد یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک ومتہم بالوضع کا ایک ہی مرتبہ ہونا نقل کیا،

حیث قال فی المرتبۃ الثالثۃ فلان متہم بالکذب او الوضع او ساقط او ھالک او ذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ[۳] **اقول** وکان ھذا القائل ایضا لایقول باستواء جمیع ماذکر فی المرتبۃ بل فیھا ایضا تشکیک عندہ وکانہ لذٰلک اشار باعادۃ فلان قبل قولہ متروک الا ان فیہ ان ساقطا وما بعدہ لایفوق متروکا وما بعدہ فافھم ۱۲ منہ (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے **اقول** گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اور اس کے مابعد سے فوق وبلند مرتبہ نہیں ہوسکتے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

[۲] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۹

[۳] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر مراتب الجرح مطبع علیمی ص۱۱۱

اردی عبارات الجرح، دجال کذاب، او وضاع یضع الحدیث ثم متہم بالکذب ومتفق علی ترکہ، ثم متروک[1] الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب متفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب[2] میں فرماتے ہیں:

العاشرة، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلک بقادح والیہ الاشارة بمتروک او متروک الحدیث او واھی الحدیث او ساقط، الحادیة عشر، من اتہم بالکذب" الثانیة عشر" من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع[2]۔

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے" گیارھواں درجہ متہم ہے" جو متہم بالکذب ہو، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں۔ امام ابن حجر الارث العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

زعم ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع، ولیس کما قال، فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیف عند البعض فلم ینسب للوضع[3] اھ مختصرا۔

ابن حبان نے یہ گمان کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصرا (ت)

عہ: فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأ طٰہٰ ویٰسٓ قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور یٰسٓ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴

[2] تقریب التہذیب " مطبع فاروقی دہلی ص ۳

[3] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۰

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ لآلی[عہ۱] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر وسلیمان بن ارقم وان کان متروکا فلم یتہم بکذب ولا وضع[1] اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن "وہ" متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں اھ ملخصا (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (فضل متروک ہے۔ ت) لآلی[عہ۲] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعہ نظر، فان الفضل لم یتہم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات[عہ۳] میں ہے:

اصبغ شیعی متروک عند النسائی، فمحصل[عہ۴] کلامہ "انہ ضعیف لاموضوع" وبذلک صرح البیہقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

[عہ۱] فیہ تحت حدیث ایضا والذی نفسی بیدہ ما ارسل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الا بالعربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اسی میں ہی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

[عہ۲] فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اسی میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

[عہ۳] ذکرہ فی اول باب الصلاۃ۔

باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

[عہ۴] الکنایۃ للذہبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۱

[2] " " " " " ۱/۱۲

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۱۱

حدیث چلۂ صوفیۂ کرام قدست اسرارہم کہ،

من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظهرت ینابیع الحکمۃ من قلبه علی لسانه؎

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ ما فیہم متہم بکذب؎ یہ سب کچھ سہی پھر ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن نمیر عن القاسم متروکان؎ (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتهم بکذب؎ (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابرٰھیم خلیلا" الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا تفرد به مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک؎ (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ ت) تعقبات میں فرمایا: مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب؎ (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث فی سریۃ تبعثه لا یعادون (جن [illegible] نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا: لم یتهم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع؎ (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقلاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

عـه یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیه السلام لم تلدغه عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا "صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیه السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ منہ (ت)

؎۱،۲ التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

؎۳،۴ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ص ۴۶

؎۵،۶ ؍ ؍ باب المناقب ؍ ؍ ص ۵۳

؎ ؍ ؍ باب الجنائز ؍ ؍ ص ۱۷

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابو الفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے۔ بطریق عدیدہ روایت کرکے اس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو ان کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزرمی کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابو الحسن کوفی مجہول اور عباد ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کرکے کہا:[1]

ھذا غایة ما ابدی ابن الجوزی دلیلا علی ما حکم بہ من الوضع، وقد افرط وجازف فلیس مثل ھذہ العلل توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ۔ انتہی

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

واللہ الہادی الی سبیل الہدیٰ۔

افادۂ دہم (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حس صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے

---

[1] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی

کذب وبطلان پر گواہی مستندعــه الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہوجاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث،

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یونہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہلبیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابویعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عــه زدتہ لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصولین میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

مذکور سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ۱۵ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال فی کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام، ولسنا ھنالک بصدد ذلک (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہوجائے گا لہٰذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکارِ محض یعنی بے امورِ مذکورہ کے اصلاً حکمِ وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی۔

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا ہو اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصاء تمام کرے اور بااینہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے[1] تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع[2] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا وسنداً ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیہ مایحیلہ الشرع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لایتجہ، وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسی کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الموضوع دارالامام الطبری بیروت ۲۹۷/۱

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۱۲۰۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۲۸

2/2

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[۱]

میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۴) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے، اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب و وضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علما کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ مالم یقلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متعمدا لذلک اوتھمتہ بذلک، الاول ھو الموضوع، والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذوب، والثانی ھو المتروک[۲] ملتقطا

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو۔ پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

یہی[عہ] امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ثوب فیہ شہرۃ (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو، اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ھذا حدیث باطل و اسنادہ منقطع کذا قال، وقولہ باطل مردود فان ابابکر الھذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقہ سعید بن بشیر، وان خالفہ فی

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ (م)

رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۴

[۲] شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۵ تا ۵۹

السند رجلا، فغایته ان المتن ضعیف اما الحکم بالوضع فمردود[1]

کی، اگرچہ سند میں انھوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

ملّا علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بکذب الراوی[2]

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها اذ لیس فیه وضاع ولا کذاب نعم هو ضعیف من جمیع طرقه[3]

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا موضوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمیع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں[4] حدیث کان لا یعود مریضا الا بعد ثلث (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادت مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا:

ورده ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوه بانه ضعیف فقط لا موضوع، فان مسلمة لم یجرح بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غیر

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

عہ المقصد الثانی آخر الفصل السابع ۱۲ منہ (م)

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ المقصد الثامن الفصل الاول فی طبه صلی الله تعالی علیه وسلم ۱۲ منه رضی الله تعالی عنه

آٹھویں مقصد کی پہلی فصل طب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول حرف الراء مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۵۰۰

[2] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر بحث الموضوع " مطبع علیمی لاہور ص ۵۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل السابع مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۳/ ۳۵۰

[4] " " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۵۰

یزخرف نقول فقال ہو موضوع کما قال الذہبی وغیرہ[1]۔

اور توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔ (ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفرد بہ کذاب او وضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیف فالحدیث ضعیف فقط[2]۔

مدار سند پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع منفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔ (ت)

عقیلی ابن ابی خشی سے حدیث ثلثۃ لیس لہم عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحیٰی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کر دیا و لہذا بیہقی نے موقوف کو "ہو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحہ وقفہ لا یوجب الحکم بوضعہ اذ مسلمۃ وان کان ضعیفا لم یتہم بکذب فجزم ابن الجوزی بوضعہ وہم[3] اھ نقلہ الزرقانی قبیل ما مر۔

ان کی تصحیح اس کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا اس کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔ (ت)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ معتبرہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ ان ہذہ الحکایۃ کذب علی مالک:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۷/۵۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۷/۵۸

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی[عـہ۱] نے اس کے رد میں فرمایا:

ھذا تھوّر عجیب، فان الحکایۃ رواھا ابو الحسن علی بن فھر فی کتابہ فضائل مالک باسناد لا باس بہ، واخرجھا القاضی عیاض فی الشفاء من طریقہ عن شیوخ عدۃ من ثقات مشایخہ فمن این انھا کذب ولیس فی اسنادھا وضاع ولا کذاب[1]۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہٰذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں امام نسائی و امام حاتم الحق قولا کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضع تو نہ کہا، امام آخر کا قول گزرا کہ مسلم ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں، نیز تعقبات[عـہ۲] میں فرمایا:

لم یجرح بکذب فلا یخرج ان یکون حدیثہ موضوعا[2]۔

اس پر کذب کا طعن نہیں لہٰذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۴) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع نفی کرتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ یہ طریق کما علمتَ متروک ہے، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام حاتم الفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول، مجروح، کثیر الخطا، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات[عـہ۳] میں ہے:

عـہ۱: المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عـہ۲: باب فضائل القرآن ۱۲ منہ

باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عـہ۳: آخر البعث ۱۲ منہ

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر مطبعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۸/ ۳۰۴

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۹

حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشیئ، قلت لم یتھم بکذب، واکثر مافیہ ان الحدیث ضعیف[1]

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شَی نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

عـــہ۱ اسی میں ہے:

حدیث فیہ عطیۃ العوفی وبشر بن عمارۃ ضعیفان قلت "فی الحکم بوضعہ نظر فلم یتھم واحد منھما بکذب"[2]

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں۔ میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

عـــہ۲ اسی میں ہے:

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکۃ منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تھمۃ[3]

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

عـــہ۳ اسی میں ہے:

حدیث فیہ عمارۃ لایحتج بہ قال الحافظ ابن حجر تابعہ اغلب واغلب شبیہ بعمارۃ فی الضعف لکن لم ار من اتھمہ بالکذب[4]

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہٰذا یہ قابلِ استدلال نہیں، ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا کیف یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متھم[5] اس کا موضوع ہونا

عـــہ۱: آخر توحید ۱۲ منہ

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۲: اول العلم ۱۲ منہ

باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۳: اول باب البعث

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۲

[2] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید " " ص ۳

[3] " " باب العلم " " ص ۴

[4] " " باب البعث " " ص ۵۱

[5] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثبات بالاشیاء النقیبات مطبعۃ عامرہ مصر ۲/ ۲۵۹

کیونکر متصور ہو حالانکہ نہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب ان دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا متشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پسندہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اس سند پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع، یا باطل اور صرف موضوع بلکہ الفاظ ضعیف کہتے ہیں کہ یہ حاصل حاصل، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراھیم بن موسی المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما حدیث طلب العلم فریضۃ "قال احمد بن حنبل" ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ۔[1]

ابراہیم مروزی امام مالک سے وہ نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابو الخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحًا[2] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسٰی المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۹

[2] حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

اُس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں:

صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن ان یکون بالنسبۃ الی اسنادہ المذکور عندہ موضوعا۔[1]

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے" میں کہتا ہوں "ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر[2] اھ

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو۔ (ت)

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السھیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط، وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولاینافی ھذا توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ان وجد، اوفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھو فی الظاھر۔[3]

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سُنیے حدیث "صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک"[4] (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء نے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کی اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابو یعلٰی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطرق عدیدہ و اسانید متنوعہ

---

[1] حرز ثمین مع حصن حصین   تعزیۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ   نولکشور لکھنؤ   ص ۴۱۰

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ   الدافع لتالیف ہذا المختصر   مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۵۔۳۴

[3] شرح زرقانی علی المواہب   باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم   مطبعۃ العامرہ مصر   ۱۹۹/۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن مسند عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا   مطبوعہ دار الفکر بیروت   ۲۰۲/۶

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و ام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعًا محال، بااینہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا۔ علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین، انہ حدیث باطل، ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ[1]۔

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داؤد ونسائی و صحیح مختارہ وغیرہا صحاح و سنن:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس[عہ] قال طلقہا قال انی احبہا قال استمتع بہا[2]۔

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا، اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا، میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا، اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و متعدد احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا "رجال سندہ محتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد[3]" (اس روایت کے تمام راوی

عہ ای کل من سألہا شیئا من طعام او مال اعطتہ ولم ترد ھذا ھو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۹۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۹۳

[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع المکتبۃ السلفیہ لاہور ۹۰/۲

[3] مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۳/ ۹

ایسے ہی جیسے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا۔ (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں:

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد، فبان ذلک من قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ، ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ار لہ فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا، لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر، سوی ما سألہ عنہ الخلال، وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا عــہ اھ ذکرہ فی اللآلی[1]۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ و غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انھوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہوسکا اسی وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سندِ ابن عباس سے اور نہ ہی سندِ جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ہیں کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے، اور اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

عــہ فی اواخر النکاح

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۷۳

(نتیجۃ الافادات) بحمد اللہ تعالٰی فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع وبطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضّاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل وواجب الدفع، ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لایصح فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو موجب ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بحمدہ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بادہ خوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

افادہ دوازدہم (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدّت وقوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہوکر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔[1]	متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر[عہ۱] موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن۔[2]	طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

لو تم تضعیف کلہا کانت حسنۃ لتعدد الطرق	اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

[عہ۱] اخر الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ ۱۲ (باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا۔ ت)

[عہ۲] ذکرہ فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

وکثرتها[1]

جو بھی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اسی[ع۱] میں فرمایا،

جاز فی الحسن ان یرتقی الی الصحة اذا کثرت طرقه والضعیف یصیر حجة بذلک لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر[2]

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی[ع۲] میں فرماتے ہیں،

قد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة وبالحسن اخری، وهذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیهقی التی الفها بقصد الاحتجاج لاقوال الائمة واقوال صحابهم[3]

بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارہ حدیث توسعہ عیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل،

هذه الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم بعضها الی بعض احدثت قوة[4]

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[ع۳] میں فرماتے ہیں،

المتروک او المنکر اذا تعددت طرقه ارتقی

جیسے متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

[ع۱] قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

[ع۲] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

[ع۳] باب المناقب حدیث النظر علی عبادۃ ۱۲ منہ

[1] فتح القدیر صفۃ الصلوٰۃ بحث سجود علی العمامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۶۹

[2] فتح القدیر باب النوافل " " " " ۱/ ۳۵۹

[3] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۸

[4] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

الی درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن۔[1]

تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادۂ سیزدہم ۱۳

(حدیث مجہول وحدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر ومنجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث،

لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثة اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل۔[2]

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،

ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول۔[3]

یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی تائید کرکے اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:عہ

فی اسنادہ جھالة لکنہ اعتضد فصار حسنا۔[4]

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہوگئی۔

عہ۱ لآلی کتاب المبتداء

عہ۲ تحت حدیث اتخذوا المساجد واخرجوا القمامة منھا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التعقبات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل	ص ۵۵
[2] کتاب الموضوعات	باب التسمیة بمحمد	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۵۴/۱
[3] اللآلی المصنوعة	کتاب المبتداء	دار المعرفة بیروت	۱۰۴/۱

[4] التیسیر شرح جامع الصغیر للمناوی حدیث اتخذوا المساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۷/۱

افادۂ چہاردہم۱۴ (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بورودہ من طریقین۔[1] یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پاگئی۔

اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانہا من دواب الجنۃ"[2] (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ذکر فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یعتضد بما قبلہ فیتعاضدان۔[3] سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دونوں کر قوی ہوجائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانہم ورثۃ الانبیاء"[4] (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اوّل: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر وسراج المنیر میں زیر طریق اوّل کہا: ضعیف لکن یتقوی بما بعدہ[5] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاک بن حجوۃ لکن یعضدہ ماقبلہ[6] (ضحاک بن حجوۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ ت) متتبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم۱۵ (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے) اہل علم کے عمل کرلینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو، مرقاۃ میں ہے:

عــہ باب علی انا صوم من المتابعۃ اوّل الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۳

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۳۲۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۹۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۳

[4] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۳۲۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۹۳

[5] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ مطبعۃ ازہریہ مصر ۱/۲۶۰

[6] " " " " " " " " " " " " "

رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب والعمل على هذا عند اهل العلم، قال النووي واسناده ضعيف نقله ميرك، فكأن الترمذي يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم، والعلم عند الله تعالٰى لما قال الشيخ محي الدين ابن العربي انه بلغني عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم، انه من قال لا اله الا الله سبعين الفا، غفر الله تعالٰى له، ومن قيل له غفر له ايضا، فكنت ذكرت التهليلة بالعدد المروي من غير ان انوي لاحد بالخصوص، فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفيهم شاب مشهور بالكشف، فاذا هو في اثناء الاكل اظهر البكاء، فسألته عن السبب، فقال ارى امي في العذاب، فوهبت في باطني ثواب التهليلة المذكورة لها فضحك وقال اني اراها الآن في حسن المآب فقال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث[1]

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم، اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا جس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات[عه] میں امام بیہقی سے ناقل: تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع[2] (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

[عه] باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی المأموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۳/ ۹۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

کی تقویت ہے)، اُسی میں فرمایا:

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ[1]۔

متعدد علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشادِ علماء احادیثِ احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم ۱۶

(حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلّہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوتِ سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیثِ احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصولِ عقائدِ اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالٰی نے شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات[2]۔

حدیثِ احاد اگرچہ تمام شرائطِ صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

عـه باب الصلوۃ حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد الخ[3] ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب الصلوۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲
[2] شرح عقائد نسفی بحث عدد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار ص ۱۰۱
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لا تفید الاعتقاد[1] (احادیث احاد دربارۂ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے یہاں باتفاق علماء[عہ۱] ضعیف[عہ۲] حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیزو! مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[عہ۳]۔ رسالۂ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارات تعقبات میں تصریح تھی کہ صرف ضعیف نہیں بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے۔ باآنکہ اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب

عہ۱ ای ولا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

عہ۲ الاصطلاح المذکور فی تضعیف الحسن کما نحن فیہ ۱۲ منہ

عہ۳ مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اٰجلۃ ۱۳۰۰ھ و رسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معاویۃ ۱۳۱۲ھ و رسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام ۱۳۰۳ھ و رسالہ ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معاویۃ وغیرہا میں ہے۔ وفقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ لتبییضھا وتبیینھا ونفع بھا وبسائر تصانیفی امۃ الاسلام بنفعھا وتعمیمھا امین یا عظیم القدرۃ و واسع الرحمۃ امین صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)۔

عہ۴ فی بعض النسخ الحادی والثلثین ۱۲ منہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبائر والصغائر مصطفی البابی مصر ص ۵۸

میں فرماتے ہیں،

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لا تعارض ولا ترد، کذلک کان السلف یفعلون۔[1]

فضائل اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل، نہ اُن کی مخالفت کی جائے، نہ انہیں رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ[عہ1] پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[عہ2] وحرزثمین[عہ3] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں،

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[2] ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق۔[3]

یعنی بیشک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح المبین[عہ] شرح الاربعین میں ہے،

لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ، والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ او کما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہوگیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

[عہ1] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

[عہ2] فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحا ۱۲ منہ (م)

[عہ3] فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	فصل الحادی والعشرون	مطبعہ دار صادر مصر	۱/۱۷۸
[2] شرح اربعین للنووی	خطبۃ الکتاب	مصطفی البابی مصر	ص ۲
[3] حرزثمین شرح مع حصن حصین	شرح خطبۃ کتاب	نولکشور لکھنؤ	ص ۳۳

قال واشار المصنف رحمه اللّٰه تعالٰی بحکایة الاجماع علی ما ذکرہ الی الرد علی من نازع فیه[1] اھ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اس کا اجر اُسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یُونہی ہیں یا جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اس کا قول مردود ہے اھ

مقاصد حسنہ[2] میں ہے:

قد قال ابن عبدالبر انهم یتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال[2]۔

بے شک ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر[3] میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال[3]۔

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ[4] امام ابو عمرو ابن الصلاح ومقدمہ[5] جرجانیہ وشرح[6] الالفیة للمصنف وتقریب[7] النواوی اور اس کی شرح تدریب[8] الراوی میں ہے:

واللفظ لهما یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی فضائل الاعمال وغیرها مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام وممن نقل عنه ذلک ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارک قالوا اذا روینا

محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبدالرحمن بن مہدی و امام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول، وہ فرماتے جب

ع ذکرہ فی مسألة تقدیم الاورع ۱۲ منه (م)

صاحبِ ورع و تقوٰی کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المبین شرح الاربعین

[2] المقاصد الحسنة زیر حدیث من بلغه عن اللّٰه الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت ص ۴۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامة ، نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔ اھ ملخصا[1]

ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں تو سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی۔ اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مھدی وغیرہ واحمد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد وامام ابن معین وامام ابن المبارک وامام سفیٰن ثوری وامام ابن عیینہ وامام ابوزکریا عنبری وحاکم وابن عبدالبر کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل: کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ[2] میں لکھتے ہیں:

ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است الخ

فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

مظاہر حق[3] میں راوی حدیث صلاۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا: اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ

اُسی[4] میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادہ سیزدہم: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف صرف استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی بربکاتہ کتاب اذکار المنتخب من کلام سید ابرار

عــہ نقل ھذہ العبارات الثلث محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منہ (م)

یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدایونی دام اللہ فیضہ نے اپنی کتاب سیف الاسلام المسلول علی مناع بعمل المولد والقیام میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

عــہ اول الکتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

[2] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[3] مظاہر حق باب السنن وفضائلھا مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۱/ ۷۰۶

[4] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۱/ ۸۴۳

31
31

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں،

قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعًا۔[1]

محدثین و فقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں،

یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل[3]

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں،

الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عـــہ۱ اواخر الفصل الثانی من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۲ قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ (م)

فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۳ فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۷

[2] فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة[1]

کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنّت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی طلوع الثریا عــہ۱ باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووي نظرا الى ان الحديث الضعيف يتسامح به في فضائل الاعمال[2]

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ عــہ۲ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں:

الذي يصلح للتعويل عليه ان يقال اذا وجد حديث في فضيلة عمل من الاعمال لا يحتمل الحرمة والكراهة يجوز العمل به ويستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع[3]

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عــہ۱ مثله لبعض العصريين وعزاه الى ثقة في النقل ۱۲ منه (م)

عــہ۲ نقله العلامة شهاب الخفاجي في نسيم الرياض شرح شفاء القاضي عياض في شرح الديباجة حيث روى المصنف رحمه الله تعالى بسنده الى ابي داود حديث من سئل عن علم فكتمه الحديث وللمحقق ههنا كلام طويل نقله الشارح ملخصا ونازعه بما هو منازع فيه والوجه مع المحقق في عامة ما ذكروا لولا خشية الاطالة لاتينا بكلامهما مع ما له وعليه ولكن سنشير ان شاء الله تعالى الى احرف يسيرة تفهمك الصواب بعون الملك الوهاب ۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (م)

---

[1] موضوعات کبیر	حدیث مسح الرقبۃ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	ص ۹۳
[2] الحاوی للفتاوی خفیا		دار الفکر بیروت	۲/۱۹۱
[3] نسیم الریاض شرح شفا	دیباجہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	۱/۴۳

ورنہ نفسِ جواز تو اصالتِ اباحت و انعدامِ نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اس میں حدیثِ ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورودِ حدیث کے سبب جانبِ فعل کو ترجیح ماننی ہے کہ حدیث کی طرف استناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو دیدۂ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفسِ اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح منیہ[عہ۱] میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر[۱]

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم یناقضہ کتاب وسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[۲]

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں، قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور پُرنور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانو گے حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

[عہ۱] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م)

سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۲] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)

اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/ ۱۷۷

اور اس میں کتاب و سنت و اجماعِ امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرّہ "یوجب" فکانه یرید التاکید کما تقول لبعض اصحابك حقك واجب علیّ وقال فی الدر[عه] المختار تعامل المسلمین توارثوه فوجب اتباعهم[1] اوان ملحظه الی ما علیه السادات المجاهدون من الائمة والصوفیة قدسنا الله تعالٰی باسرارهم الصفیة من شدة تعاهدهم للمستحبات کانها من الواجبات وتوقیهم من المکروهات بل وکثیر من المباحات کانهن من المحرمات اوان هذا هو المذهب عنده فانه قدس سرّہ فیما نری من المجتهدین وحق له ان یکون منهم کما هو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعة الکبرٰی وان انتسبوا ظاهرا الی احد من ائمة الفتوٰی[2] کما حققه[عه] العارف بالله سیدی عبدالوهاب الشعرانی فی المیزان والله تعالٰی اعلم بمراد اهل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تُو اپنے کسی دوست سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو جہاد کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ حرامات ہیں، یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں اور ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظمٰی کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتوٰی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

[عه] علٰی آخر باب العیدین ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

[عه] فی فصل فان قال قائل فهل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المطهرة الخ وفی غیرهما ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

[2] المیزان الکبرٰی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲

افادۂ ہیجدہم (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) بھائی برادر اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحاتِ علماء درکنار خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ وارث و فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق و تدقیق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوش ہوش سنیے اور الفاظ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارقطنی اور مرہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شیئ فیه فضیلة فاخذ به ایمانا به و رجاء ثوابه اعطاه الله تعالٰی ذٰلك وان لم یكن كذٰلك[1]	جسے اللہ تبارک وتعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله منه الثواب وان لم یكن ما بلغه حقّ[2]۔	اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

کان منی اولم یکن[3] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابن عبداللہ کے لفظ یوں ہیں:

وان کان الذی حدثه کاذبا[4] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو)

امام احمد و ابن ماجہ و عقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۹۱

[2] کتاب الموضوعات باب من بلغه ثواب علی عمل به 〃 دار الفکر 〃 ۳/۱۵۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] مکارم الاخلاق لابی الشیخ

فرماتے ہیں:

ماجاءکم عنی من خیر قلتہ او لم اقلہ فانی اقولہ وماجاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر[1]

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں بری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

ما قیل من قول حسن فانا قلتہ[2]۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوا بہ حدثت بہ او لم احدث بہ[3]۔

اس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفی الباب عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالی سے راوی:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ہذہ البلدۃ انہ لمنی و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھ عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۶۷/۲

[2] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴

[3] کنز العمال بحوالہ عق الاکمال من روایۃ الحدیث حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۲۹/۱۰

انا قلته[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابو یعلی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله تعالٰی فضیلة فلم یصدق بها لم ینلها[2] جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو عمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا:

اهل الحدیث بجماعتهم یتساهلون فی الفضائل فیروونها عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام[3] تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں اُنہیں ہر شخص سے روایت کرلیتے ہیں، ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہئے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیق صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنی حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔

فقوله الحدیث وان لم یکن مابلغه حقا ونحوه انما یعنی به فی نفس الامر لابعد العلم به وهذا واضح جدا فتثبت ولاتزل۔ تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ" اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم، اور یہ بہت ہی واضح ہے لہٰذا یاد رکھئے،

اور وجہ اس معاملہ فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی[4] (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة والحاکم وصححه عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

---

[1] فوائد الخلعی

[2] مسند ابو یعلی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/۳۸۷

[3] کتاب العلم لابن عبدالبر

[4] الصحیح لمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵۴

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے: "فلیظن بی ماشاء[1]" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ت)

تیسری حدیث میں یُوں زیادت ہے: "ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ[2]" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جب اُس نے اپنی صدقِ نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزّ جلالہ سے اس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضرور پُوری کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو، وللہ الحمد فی الاولٰی والاخرۃ۔

افادہ نوزدہم: (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف معمول ہے) وباللہ التوفیق۔ عقلِ سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ خود ہی گواہ کافی ہے، یوں کہ ضعیف حدیث معتبر ورای کا ضعف مقتضی کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر غلط ہونے پر یقین تو نہیں، فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابوعمرو تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ انہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور[3]	محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو یہی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح	کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی

---

[1] المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۴/۲۴۰

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ " بیروت ۲/۳۹۱

[3] مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح " فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشروط المذکورۃ لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب[1] اھ ملتقطا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملتقطاً

(تصحیح وتضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق علی الاطلاق[عہ] فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف[2]۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی[عہ۲] میں ہے:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ[3]۔

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاہر فقط مع احتمال

محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو و

[عہ] مسألۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

[عہ۲] مسألۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۷۵، ۷۶

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[3] ″ باب صفۃ الصلاۃ ″ ″ ″ ۱/۲۹۶

كون الصحيح موضوعا وعكسه كذا افاده الشيخ ابن حجر المكی[1]۔

اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلۃ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلۃ انھیں مقبول ومعتمد بناتے اور بصیغہ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر ودفاتر میں کہیں نہ پاتے، ان کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار الٹے باعث طعن ووقیعت وجرح واہانت ہوجاتے، حالانکہ اخشی للہ وحیاء واتقی من الطاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

كل حزب بما لديهم فرحون[2] وربك اعلم بالمهتدين[3]۔

اور ہر ایک گروہ اپنے وجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان[عه] مبارک میں حدیث:

اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم[4]۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں:

هذا الحديث وان كان فيه مقال عند المحدثين

اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عــه فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذا المیزان ۱۲ منہ (م)

---

[1] موضوعات کبیر للقاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۹۸

[2] القرآن ۲۳/ ۵۳ و ۳۰/ ۳۲

[3] القرآن ۶۸/ ۷ و ۱۶/ ۱۲۵ و ۶/ ۱۱۷

[4] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰

فهو صحيح عند اهل الكشف[1]

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف الغمہ عن جمیع الامہ[2] میں ارشاد فرمایا:

كان صلى الله تعالى عليه وسلم يقول من صلى على طهر قلبه من النفاق، كما يطهر الثوب بالماء، وكان صلى الله تعالى يقول من قال صلى الله على محمد فقد فتح على نفسه سبعين بابا من الرحمة، والقى الله محبته في قلوب الناس فلا يبغضه الا من في قلبه نفاق، قال شيخنا رضي الله تعالى عنه هذا الحديث والذي قبله رويناهما عن بعض العارفين عن الخضر عليه الصلاة والسلام عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهما عندنا صحيحان في اعلى درجات الصحة وان لم يثبتهما المحدثون على مقتضى اصطلاحهم۔ عہ

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صلی اللہ علی محمد اس نے ستّر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں، انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام، انھوں نے حضور پرنور سیّدِ عالم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف عہ۲ میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهي سنده الى حضرة الحق جل وعلا فكذلك يقال فيما

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عہ: آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ۲: فصل فی بیان استحالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰

[2] کشف الغمہ عن جمیع الامہ فصل فی الامر بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۴۵

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ[1]۔	اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

باجماع اولیائے کرام سوا اس سندِ ظاہری کے دوسرا طریقِ ارفع و اعلٰی ہے ولہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت[2]	تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔
نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواہر اٰخر المبحث السابع والاربعین۔	اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طرقِ علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی الباب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ المکیۃ ونقلہ فی الیواقیت[3]۔	جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ المکیۃ کے تہترویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر[عـــہ] بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُرنور سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فیض مذکور

عـــہ فی الفصل المذکور قبیل ما مر بنحو صفحـــۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

[1] المیزان الکبرٰی	فصل فی استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین الخ	مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر	۱/ ۴۵
[2] الیواقیت والجواہر	باب الثالث والسابع والاربعین	" " " "	۲/ ۹۱
[3] "	" " " "	" " " "	۲/ ۸۸
[4] المیزان الکبرٰی	فصل فی استحالۃ خروج شیئ الخ	" " " "	۱/ ۴۴

بمناسبت مقام بحمد اللہ تعالٰی نفع رسانی برادرانِ دین کے لیے حوالۂ قلم ہوا جسے دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس خورش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمٰی
کثیر وابناء الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضٰی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم وتثبت ولاتکن من المتعصبین (اسے سمجھ اور اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت)۔ انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصانِ حرارتِ غریزی وضعف اعضا کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موسل سے عرق بیدمشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں کھرل کرکے کھانا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم اس کی مقتضی نہیں کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی اور تحقیقات نہ کرے اس کا استعمال مثلاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ پاتے ہی بادشاہوں کی سندیں ڈھونڈتا اور رجالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب ان ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تحقیق سے تریاق لائے گا نہ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا پائے گا۔ بعینہٖ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعِ مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب بیٹھے تحقیق مدار کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پالیا هل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[1] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادۂ بستم ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصدِ شرح کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عباراتِ سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی و نیز تقریر فقیر مذکور افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

---

[1] القرآن ۹/۵۲

ان انوار تجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلا شبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزہ و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل۔[1] (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما یریبک۔[2]	**اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔
رواہ الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم و"صححاہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی	جو شبہات سے بچے اس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹

[2] مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت ۱/ ۲۰۰

حول الحمی یوشك ان یرتع فیه الا وان لکل ملك حمی الا وان حمی الله محارمه[1]۔

رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے، سن لو ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی الله تعالٰی عنهما

اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

مرجعهما الی شیئ واحد وهو الندب التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات[2]۔

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلاف اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك كاذبا فعلیه كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم[3]۔

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی یہی معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا:

ان الاخبار فی الفضائل[عه] غیر مخالفة الکتاب والسنة لا یلزمنا ردها بل فیها ما یدل علیه[4]۔

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب وسنت نہ ہوں اُن کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

[عه] فی الفصل الحادی والثلثین ١٢ منه (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب فضل من استبرأ لدینه مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ١٣

مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبہات " " " ٢/٢٨

[2] فتح المبین شرح اربعین

[3] القرآن ٤٠/٢٨

[4] قوت القلوب باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ١/١٧٧

میں ہے، امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض[عہ۱] میں فرمایا:

اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراہۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولٰکن لا یجب[۱]۔

یعنی محدثین وفقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[۲]۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوات لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاٰکل من اکلہ فی غیر المغرب[عہ۳] والشارب من شربہ

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور پرنور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ نوالہ کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہوجائے، یہ حدیث

عہ۱: فی شرح النخبۃ حیث اسند الامام المصنف حدیثا من مسلسل من علو فکنۃ المحدث ۱۲ منہ

عہ۲: فی فصل سنن الصلٰوۃ ۱۲ منہ

عہ۳: قولہ فی غیر المغرب ھکذا ھو فی نسخ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو تاویل من العبد کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قال و قولہ قدر ما یفرغ الاٰکل من اکلہ ای فی غیر المغرب ثم من شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

---

[۱] نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ فی فائدۃ مہمۃ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲

[۲] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

والمعتمر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل به فی مثل هذا الحکم[۱]

اگرچہ ضعیف[عہ۱] ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفسیر (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابه برص فلا یلومن الا نفسه[۲]

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہوجائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی[عہ۲] و تعقبات[عہ۳] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں،

سمعت ابی یقول سمعت اباعمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاك والاستهانة بحدیثی (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا)، انہوں نے توبہ کی

[عہ۱] امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

[عہ۲] اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۳] باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۶ - ۷۷

[۲] الکامل لابن عدی من ابتداء اسمه عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ شیخوپورہ ۴/۱۴۳۶

[۳] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۸

وسلم فانتبهت وقد عافانی اللہ تعالٰی وذهب   آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔
ذلك عنی[عــه]

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں: ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لاؤ، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاك والاستهانة بحدیثی (دیکھو میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

انہوں نے منت مانی، اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔ لآلی میں ہے[1]:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من احتجم یوم السبت و یوم الاربعاء فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسناده بعض ضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فنذرت للہ نذرا ان اذهب اللہ مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم صحیحا کان او سقیما فاذهب اللہ عنی ذلك العوض[2]۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ جلیلہ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے پہلے ختم ہو جاتا ہے)

مفیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عــه تلو ما مر ۱۲ منہ (م)   لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ   کتاب المرض والطب   مطبوعہ ادبیہ مصر   ۲/۲۱۹

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگادیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا(۱)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

قص الاظفار وتقلیمہا سنۃ وورد النہی عنہ فی یوم الاربعاء وانہ یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انہ فعلہ فنہی عنہ فقال لم یثبت ہذا فلحقہ البرص من ساعتہ فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ فقال لہ الم تسمع نہیی عنہ، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکفیک انہ سمع، ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفۃ، فذہب مابہ فتاب عن مخالفۃ ما سمع ۱؎ اھ۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ صفحہ ۴۹۹ سے شروع ہوکر عربی عبارت سے ختم ہوا ہے)

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز ہیں علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں،

وورد فی بعض الآثار النہی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ہم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ، ولم یصح عندہ النہی فقصہا، فلحقہ ای اصابہ البرص، فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہیی عن ذلک۔ فقال یا رسول اللہ لم یصح عندی ذلک فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہوگیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

۱؎ نسیم الریاض شرح الشفاء فصل واما نظافۃ جسمہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۴۳

يكفيك ان تسمعه، ثم مسح صلى الله تعالٰى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا، قال ابن الحاج رحمه الله تعالٰى فجددت مع الله توبة انى لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ابدًا۔[1]

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا اسے سُن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اسی بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ تو احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور یہاں فوائدِ نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعفِ سند اُس کے بطلانِ واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے بلا کے گھنے سے نجات دے۔ آمین!

افادۂ بست و دوم (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزہ ثابت کرنے کے لیے نہ زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکامِ استحباب و تنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افاداتِ سابقہ کہ جس نے ذرا بھی بگوشِ ہوش استماع کیا، اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر ازانجا کہ مقام مقامِ افادہ ہے ایضاحِ حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اوّلاً کلماتِ علمائے کرام میں بار ہا کہ طبقۃً فطبقۃً اسی جوشش و کثرت سے آئے، اس تقییدِ بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیشِ خویش مقید کرلینا کیونکر قابلِ قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اس کے خلاف، مثلاً عبارتِ اذکار وغیرہا خصوصاً عبارتِ امام ابن الہمام جو نصِ صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استحباب و انکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اجلی و اجل کلام امام ابوطالب مکی ہے اس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت لبنان ۲۰۲/۴

میں تو بالتصریح اس تقیید جدید کارد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشھد له" (اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثاً علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیماً وحدیثاً اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جا بجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت برتقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا، وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے۔

قال روی الحاکم عنه علیه الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال ۱؎

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوجائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ، اگر یہ حدیث صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرآئیں پھر خود غسل کریں، بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

لیس فی ھذا ولا فی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع ۲؎

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

۱؎ فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

۲؎ " فصل فی الصلاۃ علی المیت " " " ۲/۹۵

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی قاری کی۔

(۸) استحباب تقبیل کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں، یہ دس گزارش سامعین پر پیشکش تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سو دو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص واحادیث مذکورہ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلٰی ندا اُس کی تغلیط بتاتے ہیں کما لایخفی علی اولی النہی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ واصل مسألہ اجماعیہ کا محض لغو ومہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت وجود صحیح جائز ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کردیتا ہے؟ ھذا لایقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کرسکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب صحیح عمل وارد ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی، آتی تو وہی کفایت کرتی، بہرحال اس کا وجود وعدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر وواضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کر اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد دیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ! جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نور شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ مے جوید سہا
(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی و وافی۔

(تحقیق المقام وازاحۃ الاوھام)

ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوھام ان المسألۃ تدور بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث فلا یعنی به الا امتثال ما فیه تعویلا علیه والجری علی مقتضاہ نظرا الیه ولابد من ھذا القید الاخیر ان لو توافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر به فی الصحیح لایکون ھذا عملا علی الموضوع، واما القبول فھو وان احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف، فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایته فی الفضائل مع السکوت فیه دون الاحکام لکن ھذا المعنی علی تقدیر صحته انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشأ لایجاب اظھار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل به بحیث لا یسوغ فلو لم یسغ فی غیرھا ایضا لکان ساواھا فی الایجاب ھذا، والامر فی کلتا العبارتین الی تجویز الشیء علی مقتضی الضعاف فی ما دون الاحکام فاتضح ما استدللنا به خاصا وانکشف الظلام ھذا ھو التحقیق بیدان ھھنا رجلین من اھل العلم زلت اقدامھما اذ وھما فحملا العمل والقبول علی ما لیس بمراد ولا حقیقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالۂ اوہام)

ثم اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضیٰ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجا لایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجا لانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث یہ ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرلیا جائے

اب بحمدہ پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

احدھما العلامۃ الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالٰی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوھم بظاھر کلامہ ان محلہ اذا روی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استحبابہ والترغیب فیہ او فی فضائل بعض الصحابۃ او الاذکار الماثورۃ قال ولا حاجۃ الی تخصیص الاحکام والاعمال کما توھم لفرق الظاھر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ؎

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رَد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا، احکام واعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول ولو ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندراج تحت اصل عام ولو اصالۃ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لا ننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلک کیف ولولاہ لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وھو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل ھذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قولہ او الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالٰی بصدد مخالفۃ المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی ھذا المعنی

اقول اگر فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کا اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے، اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آئی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل محقق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "اوالاذکار الماثورۃ" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

؎ نسیم الریاض تحت فائدۃ مہمۃ فی الحدیث مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۳

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف، الحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرع اھ ملخصا فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عينا محضا ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها وقد اتاك بعضها۔

اور محقق نے اسی معنی پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے شُبہہ ہو، حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوگیا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امور دین میں احتیاط استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہہ پیدا کردے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاط استحباب کا قواعد شرعیہ سے معلوم ہوا ہے اھ ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد ثبوت حقیقی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں نے یہی مراد لیا ہے تو دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عـــہ ویکدرہ ایضا عدم قبول مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ما ھو الظاهر من کلامهم ولفظ ابن الصلاح فی فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترهیب وسائر ما لا تعلق له بالاحکام والعقائد هذا توضیح ما قیل، اقول بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال التی هی فضائل تشهد بذلک کلمات العلماء المارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول الغنیۃ والقاری والسیوطی وغیرهم کما لا یخفی علی من له ادنی مسکۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی مکدر کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے، یہ ما قیل کی وضاحت ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں افادہ میں گزرا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنٰی سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

لہ انموذج العلوم للدوانی

من الى **أقول** اذن يرجع معنى العمل بعد الاستقصاء التام الى ترجي اجر مخصوص على عمل منصوص، اي يجوز العمل بشيء مستحب معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص الثواب لورود حديث ضعيف في الباب فالآن نسألكم عن هذا الرجاء أمركّب له بحديث صحيح ان ورد ام دونه الاول باطل فان صحة الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد في الثواب المخصوص عليه وعلى الثاني هذا القدر من الرجاء يكفي فيه الحديث الضعيف ولا حاجة الى ورود صحيح بخصوص العمل نعم لابد ان يكون مما يبيح الشرع رجاء الثواب عليه و هذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدواني والله تعالى اعلم۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائی گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید رکھنا ہے یعنی شی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں خصوص ثواب کی امید رکھنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہوسکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت مندرج کا یا مباح کا بقصد مندوب کا تو اب واضح ہوگیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ثانيهما سعى من تقدم الدواني زعم ان مراد النووي انما مرّ من كلامه في الاربعين والاذكار انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن في فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث الضعيف في هذا الباب قال المحقق بعد نقله في الانموذج لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي فضلا عن ان يكون مراده ذلك فكم بين جواز العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث فرق على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

ان میں سے دوسرا دوانی سے پہلے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد کہا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ تو کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ ان کی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لاسيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيرها شائع يشهد به من تتبع فلا تتبع[1]

کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول وای احد ممن ینتهی الی العلم ینتهی فی الغباوة الی حد یجعل روایة الضعاف مستحسنا مع بیان الضعف فان فیه خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین وانما المراد الروایة مع السکوت عن بیان الوهن فقول المحقق لاسیما مع التنبیه علی ضعفه لیس فی محله والأن نعود الی تزییف مقالته فنقول **اولاً** هذا الذی ابدی ان سلم وسلم لم یمش الا فی نفس القول کما اشرنا الیه سابقا فمجرد روایة حدیث لو کان عملا به لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلاة فقد صلی او فی الصوم فقد صام وهکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین انما هو نفس العمل وهذا ما اشار الیه الدوانی بقوله ان هذا لا یرتبط الخ

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مستحسن تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہٰذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت مستحب ہو تو درست ہے۔ لہٰذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ" صحیح نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں،

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قول ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزہ کے بارے میں روایت کرنے والے نے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان ھذا لا یرتبط الخ

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مما تقدم۔

وثالثا ان یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیها روایة الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببیان الضعف اما مادونها کالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیه بخصوصه والالا الا ببیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترهیب وسائر ما لا تعلق له بالعقائد والاحکام مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوهن وهذا ما اشار الیه الدوانی بالعلاوة۔

اقول ومع هذا توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن صحابی والمعاجم التی تروی کل ما روی عن شیخ بل والجوامع الحق تجمع امثال ما فی الباب وروده وان لم یکن صحیح السند الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه حدثنا علی بن عبدالله بن جعفر ثنا معن بن عیسی ثنا ابی بن عباس بن سهل عن ابیه عن جده

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے "خامسا" سے ہماری مذکورہ دلیل میں مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزارہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب، ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علاوہ" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث جملہ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی ہمیں ابی بن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی کہ

قال کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حائطنا فرس یقال لہ اللحیف[1] خ ت ق[2] تذهیب التهذیب للذهبی ابی بن عباس بن سهل بن سعد الساعدی المدنی عن ابیه وابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابی فدیک وزید بن الحباب وجماعة[3] قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منکر الحدیث[4] اه وکقول الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقه عن احد وبه ضعف الدارقطنی هذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیه ضعف عـه قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد اه[5] قلت فما الظن بابی عبد الله انه انما اتی هل لاب محمد بحث

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا۔ امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں، میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہہ کر

عـه قلت واما اخوه المهیمن فاضعف واضعف ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر الحدیث ای فلا تحل الروایة عنه کما مر لاجرم ان قال الذهبی فی اخیه ابی انه واه ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه

عـه ۔ (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہیمن ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا، لاجرم ذہبی نے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۰

[2] "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

[3] خلاصہ تذہیب التہذیب ترجمہ ۴۳۲ من اسمہ ابی مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۲

[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۶۴ من اسمہ ابی دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷۸

نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

[5] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۰

لیس من باب الاحکام واللہ تعالٰی اعلم۔ بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ ابوعبداللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ورابعاً **اقول** قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواھد ما نقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح وح یرتفع الفرق وینھدم اساس المسئلۃ المجمع علیھا بین علماء المغرب والمشرق لا اقول من ھذا او ذاك بل من ھذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد نزلا کثیرا عن شرطھما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمہ اللہ تعالٰی بروایتہ فی صحیحہ عن جماعۃ من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقۃ الثانیۃ الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرھا الشیخ الامام ابوعمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی ان یکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواھد لا فی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا ثم اتبعہ باسناد اٰخر او اسانید فیھا بعض الضعفاء علی وجہ التاکید بالمتابعۃ او لزیادۃ فیہ تنبہ علی فائدۃ فیما قدمہ وقد اعتذر الحاکم ابوعبداللہ بالمتابعۃ والاستشھاد فی اخراجہ من جماعۃ لیسوا من شرط

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریح باطل ہے اور اس صورت میں وہ فرق ختم ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اِس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری ومسلم کی صحیحین کہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابوعمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

2

الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحٰق بن یسار وعبد الله بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهٰی¹ وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد اھ²

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد والیسی ذکر کی جاتی جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو۔ امام حاکم ابو عبداللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیہ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبداللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدرالدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آ گئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول ملخص الکلام

بغیر الاصول هذه فن طیر معشرة من سند م مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بعدهم التزموا بیان ما هنا، اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان الا لهم الا نادر الداع خاص، وقد اکثروا قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلک قدحا فیهم ولا ارتکاب مأثم وهذا سلیمن بن عبد الرحمن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور مستور راوی کی روایت کی بات صرف [illegible] روایات سے مختص کرنے کی کیا ضرورت جبکہ کروڑوں غیر صحیح روایات کا ایک ذخیرہ ہے جو اصول واحکام میں مروی ہے اگر علماء ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہی ہوں گے جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا۔ رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلف وخلف یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے رہے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن وگناہ شمار نہیں کیا جاتا، دیکھئے سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

---

¹ مقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل صاحب صحیحین مسند [illegible] مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

² مقدمۃ العینی صحیح بخاری الثامن فی الفرق بین الاعتبار والمتابعۃ " بیروت /۳

اروى الناس عن الضعفاء والمجهولين[1] ولو سردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحين لكثر وطال فليس منهم من التزم ان لا يحدث الا عن ثقة عنده الا النزر القليل كشعبة ومالك واحمد في المسند وعدد شاء الله تعالٰى واحدا بعد واحد ثم هذا ان كان ففي شيوخهم خاصة لا من فوقهم والا لما اتى من طريقهم ضعيف اصلا ولكان مجرد وقوعهم في السند دليل الصحة عندهم اذا صح السند اليهم ولم يثبت هذا لاحد وهذا الامام الهمام يقول لابنه عبد الله لو اردت ان اقتصر على ما صح عندي لم ارو من هذا المسند الا الشيء بعد الشيء ولكنك يا بني تعرف طريقتي في الحديث اني لا اخالف ما يضعف الا اذا كان في الباب شيء يدفعه ذكره عـه في فتح المغيث[2] واما المتنطعون

امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اور اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اکا دکا جس کو اللہ تعالٰی نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آنا صحت حدیث کے لئے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی ملے جو اسے

عـه اواخر القسم الثاني الحسن ۱۲ منہ (م)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمٰن الدمشقی ۳۴۹۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳

[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۹۶

فاذا عدوت امثال الكتب الثلثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبيان ألفيت عامة المسانيد والمعاجيم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی كل باب علی كل نوع من انواع الحديث من دون بيانه، وهذا مما لا ينكره الا جاهل او متجاهل فان ادعی مدع انهم لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الی استحلال ما لا يبيحون وان زعم زاعم انهم لا يعدون ذلك فهم بصنيعهم علی خلافه شاهدون وهذا ابوداود الذی لين له الحديث كما الين لداود عليه الصلاة والسلام الحديد، قال فی رسالته الی اهل مكة شرفها الله تعالی ان ما كان فی كتابی من حديث فيه وهن شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض اھ والصحيح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فی كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فهو بالمعنی الاول وما عداهما فهو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلك فهو الذی فيه وهن شديد وهذا الذی يشهد به

دو کرشیہ فتح المغیث میں مذکور ہے۔ باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنھوں نے صحت و بیان کا التزام رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے۔ امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا [illegible] کی طرف خط میں لکھا میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جن کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے۔ پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی   آفتاب عالم پریس، لاہور   ص ۲

[2] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر   مقدمۃ الکتاب   دار الکتاب العربی بیروت   ۱/ ۸

الا انه فليلحق به وان قيل وقيل^عه^ وقد نقل عن اعلام سير النبلاء للذهبي ان ما صحح اسناده التقى

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف شدید ہو پس الامام اس پر شاہد ہے اور حجیت پر بھی لازم ہے اگرچہ قیل کے طور پر کہا گیا ہے

عه ای قيل حسن عنده واختاره الامام المنذری وبه جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعه الامام النووی فی التقريب ای وقد لا يكون حسنا عند غيره كما فی ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعی فی نصب الراية عند ذكر حديث القلتين وتبعه العلامة حلبی فی الغنية فی فصل فی النوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند غيره بل ولا يحسن اه والامام ابن الهمام فی الفتح من كتاب وتلميذه فی الحلية قبيل صفة الصلوة فاقتصرا علی الحجية وهی تشملهما فيقرب من قول من قال حسن وهذا الذی ذكره الحافظ تبعه فيه العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد وخاتم الحفاظ فی التدريب فی فروع فی الحسن قال لكن ذكر ابن كثير انه روی عنه ما سكت عنه فهو حسن فان صح ذلك فلا اشكال^له^ اه **اقول** لقائل ان يقول ان تحسين الحديث ان اقدم قبل ما ذكره وما الترمذی هو الذی شهره واكثر فايد مرشا انه ان صح عنه فذلك لم يرد به الا الحد الذی استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى اعلم ۱۲ منه (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے امام زیلعی نصب الرایہ میں قلتین والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں اور علامہ حلبی نے غنیہ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفۃ الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے حجت ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے مروی ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے، پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجرا کیا پس بقدر رب عزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لیا ہے تو وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۹۸

حفظه، ويحتمل هذا ان يكون عند ابي داؤد عالياً[1]، ومعلوم ان كتاب ابي داؤد انما موضوعه الاحكام وقد قال في رسالته انما لم اصنف كتاب السنن الا في الاحكام ولم اصنف في الزهد وفضائل الاعمال وغيرها[2]، وقال الشمس محمد السخاوي في فتح المغيث اما حمل ابن سيد الناس في شرحه للترمذي قول السلفي على ما لم يقع التصريح فيه من مخرجها وغيره بالضعف فيقتضي كما قال الشارح في تكبير ان ما كان في الكتب الخمسة مسكوتا عنه ولم يصرح بضعفه ان يكون صحيحا وليس هذا الاطلاق صحيحا بل في كتب السنن احاديث لم يتكلم فيها الترمذي او ابو داؤد ولم نجد لغيرهم فيها كلاما ومع ذلك فهي ضعيفة[3]، وقال في المرقاة الحق ان فيه اي في مسند الامام احمد رضي الله تعالى عنه احاديث كثيرة ضعيفة وبعضها اشد في الضعف من بعض[4] الخ ونقل بعده عن شيخ الاسلام الحافظ انه قال ليست الاحاديث الزائدة فيه على ما في الصحيحين باكثر ضعفا من الاحاديث الزائدة في سنن ابي داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات لکھی ہے میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے نہیں۔ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے تکبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہو حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی باوجود اس کے وہ احادیث ضعیف ہیں اھ اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں اھ اور مرقات ہی میں اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ اس میں یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر زائد احادیث

---

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۱۷ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۲۱۲

[2] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵

[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۱۰۰ و ۱۰۱

[4] مرقات شرح مشکوۃ المصابیح شروط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

والترمذي عليها، وبالجملة فالسبيل واحد لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن لا سيما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابي شيبة وعبد الرزاق مما الامر فيه اشد او بحديث من المسانيد لان هذه كلها لم يشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان يحتج بشيء من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح او تحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعر[1] وقال الامام عثمن الشهرزوري في علوم الحديث حكى ابو عبد الله بن منده الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردي بمصر يقول كان من مذهب ابي عبد الرحمن النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع على تركه وقال ابن منده وكذلك ابو داؤد السجستاني يأخذ مأخذه ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من رأي الرجال اه[2] وفيها بعده ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیح پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے تو اسی کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب پوری طرح سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال سے قدم ہٹائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا۔ ہو سکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کرے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور امام عثمان بن شہرزوری نے علوم حدیث میں فرمایا، ابو عبد اللہ بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" ابن مندہ نے کہا اسی طرح ابو داؤد سجستانی اسی کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے علاوہ کوئی دوسری سند موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۰

فی التقریب والتدریب وھذا لفظھما ملخصا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرھما من المسانید کمسند عبید اللہ بن موسٰی واسحٰق بن راھویہ والدارمی وعبد بن حمید وابی یعلی الموصلی والحسن بن سفیان وابی بکر البزار فھؤلاء عادتھم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ما رووہ من حدیثہ غیر مقیدین بان یکون محتجا بہ اولا[1] اھ وفیہ ای فی التدریب قبل ومسند البزار یبین فیہ الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلک الا قلیلٌ[2] وفی البناية[عہ1] شرح الھدایۃ للعلامۃ الامام البدر العینی الدارقطنی کتابہ مملوء من الاحادیث الضعیفۃ والشاذۃ والمعللۃ وکم فیہ من حدیث لا یوجد فی غیرہ[3] اھ وذکر اشد منہ للخطیب ونحوہ للبیھقی وفی فتح المغیث[عہ2] یقع ایضا فی صحیح ابی عوانۃ الذی عملہ مستخرجا علی مسلم احادیث

رائے وقیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں ہے پھر تدریب وتقریب میں ہے اور یہ الفاظ تلخیصاً دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابو داؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابو یعلٰی موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند ابو بکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کردیتے ہیں اس قید کے بالالتزام کہ قابل استدلال ہے یا نہیں اھ اور اسی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار میں صحیح کی احادیث کو غیر صحیح سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کی کتاب احادیث ضعیفہ، شاذہ ومعللہ سے پُر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لیے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لیے ہے اور فتح المغیث میں ہے کہ ابو عوانہ جو مسلم پر احادیث کا

[عہ1] فی مسئلۃ الجھر فی البسملۃ ۱۲ منہ (م)

[عہ2] فی التیمم الزائد علی الضربتین (م)

[عہ1] بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)

[عہ2] تیمم پر زائد ضرب کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۷۱/۱

[2] " " " " اول من صنف مسندا " " " " " " ۱۵۴/۱

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۴۲۸/۱

كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغى التحرز فى الحكم عليها[1] اھ ونصوص العلماء فى هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كاف فى ابانة ما قصدنا وبالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان فى كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر وانما اطنبنا الكلام لما شممنا خلافه من كلمات بعض الجلة، والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم فى المزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذى نقل قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والفضائل قد انعدمت والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذى رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين فى الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالامر اشد فان التجأ متجشم الى انهم يعدون سوق الاسانيد

احتراز کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر تنبیہ کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلّم ہے نہ اسے رد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لئے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہو جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور فضائل کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں کیا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر صحیح حدیث پائی جائے تو لازم آئیگا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

---

[1] فتح المغیث الصحیح الرائد علی الصحیحین دارالامام الطبری بیروت ۱/ ۴۲

من البيان فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام الا مقرونة به،

قلت اولاً هذا شيء قد يبديه بعض العلماء عذرا عمن روى الموضوعات ساكتا عليها ثم هم لا يقبلونه - قال الذهبي[ع۱] في الميزان كلام ابن منده في ابي نعيم فظيع لا احب حكايته ولا اقبل قول كل منهما في الآخر بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها[۱] اھ وقد قال العراقي[ع۲] في شرح الالفية ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ احال ناظره على الكشف عن سنده وان كان لا يجوز له السكوت عليه[۲] اھ

ثانياً، لا يعهد منهم ايراد الاحاديث في اي باب كانت الا مسندة فهذا بباب لو سمعت عد احاديث الفضائل ايضاً فهذا ت علو في هذا دون ذلك۔

قرار دیتے ہیں، لیکن اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیث کی روایت مسکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اسکے جواب میں:

میں کہتا ہوں اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو مسکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انھیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انھوں نے روایات موضوعہ کو مسکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی اھ عراقی نے شرح الفیہ میں لکھا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر واضح کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز نہ تھا اھ

ثانیاً ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

[ع۱] فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)

[ع۱] احمد بن عبداللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)

[ع۲] نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

[ع۲] اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

---

[۱] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۴۳۸ احمد بن عبداللہ ابونعیم ۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

[۲] تدریب الراوی شرح التقریب المعروف وضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

ثالثاً ان کان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایۃ شیئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایۃ لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقۃ الروایۃ نقل السنۃ ونحوھا واسناد ذلك الی من عزی الیہ بتحدیث واخبار وغیر ذلك[1] اھ وقال الزرقانی عہ تحت قول المواھب روی عبد الرزاق بسندہ ای بسندہ ایضاحا والا فھو مدلول روی[2] اھ وقال ایضا عہ۲ تحت قولہ روی الخطیب بسندہ ایضاحا فھو عندھم مدلول روی[3] اھ واذا انتھی الکلام بنا الی ھنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی علی ما ھو مرادنا فلنعد الی ما کنا فیہ حامدین للہ تعالٰی علی نعمہ الجلیلۃ فی کل حینہ و مصلین علی نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ وسائر محبیہ۔

ثالثاً اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنّت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں سے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی وغیرہ ذلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبد الرزاق بسندہ" کے تحت کہا کہ بسندہ کا لفظ صرف وضاحت کے لیے ہے ورنہ یہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری گفتگو یہاں تک پہنچ گئی تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق [illegible] اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اسی مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالٰی کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو ہر آن اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں، درود وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل و اصحاب اور باقی محبین پر۔ (ت)

افادۂ بست و دوم ۲۲: ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا درجہ احکام میں

عہ اوائل الکتاب عند ذکر خلق نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

عہ۲ فی ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبۃ المؤلف/ وفیہا فوائد/ حد علم الحدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبعہ عامرہ مصر ۱/ ۵۵

[3] " " " " " ذکر تزوج عبد اللہ آمنہ " " " ۱/ ۱۳۲

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو بنظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان تمام روشن و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ و ارشادات اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہُوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہُوئی آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے باحث کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے **اقول** تاہم زیادہ نہ سہی ضعیف وہ بھی مداخلہ بلکہ بلحاظ امکان صحت قریب و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر کسی کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے مدد ثبوت بالضعیف میں بلسان استعارت تو ادنیٰ مناسبت سے صادق ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر اس سے استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور فضائل اعمال میں یونہی جو دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں اوسے مسنون یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح اگر کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمداللہ یہی معنی ہیں کلام علما کے کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ ثبت خود جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا لہذا شرع مطہر میں گواہ اسی کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء و فروج و مضار و خبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حقیقۃً ثابت کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقيق ما اسلفنا في الافادة السابقة عن المحقق الدواني، وهذا هو معنى ما نص عليه الامام ابن دقيق العيد و سلطان العلماء عزالدين بن عبد السلام وتبعهما شيخ الاسلام الحافظ ونقله تلميذه السخاوي

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے واسطے سے بیان کی اور یہی وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفی قول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنهاج النووی، ستتهم من الشافعیة، ثم اثره عن الرملی العلامة الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المختار واقراه هما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیها وفی منحة الخالق خمستهم من الحنفیة، من اشتراط العمل بالضعیف باندراجه تحت اصل عام هو اذا حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون ما نصوا علیه ان العمل به فیما وراء العقائد والاحکام، کما اوضحناه ثمه وبه رددنا ازهاقا بعد ازهاق ما ظن انهما ان مصب الکلام فی الاعمال الثابتة بالصحاح، کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی هذا الاشتراط کما لا یخفی والله الهادی الی سوی الصراط.

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج نووی میں اسے نقل کیا ہے، یہ چھ شوافع میں سے ہیں، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق و مدقق العلائی نے در مختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے حواشی اور منحۃ الخالق میں ثابت رکھا، یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطے کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے ما وراء میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یوں ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالٰی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز، محض مغالطہ فریب دہی عوام ہے۔ ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں، کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کہا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں، کیا افادہ مقدم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت تو بدرجۂ اولٰی، ولکن الوہابیۃ لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألک العفو و

العافیۃ آمین (وہاں تو نئے ہی سہی۔ تحفے ہیں تو کچھ نہیں۔ اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادہ بست وسوم ۲۳ (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اولاً جمہور علماء کے عام کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو، فتح القدیر[1] و الغنیۃ و عراقی و شرح الفیۃ المصنف میں غیر الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ما سوی الموضوع[2] (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع[3] (موضوع نہ ہو۔ ت) حلیہ میں الذی لیس بموضوع[4] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان نقادوں سے اجماع نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعا[5] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یروونها عن کل[6] (محدثین اس کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات بلفظہا یا بمعنٰی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا[7] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں فرماتے ہیں،

عہ۱ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)

عہ۲ نقلہ عنہ وما سیاتی عن عیون الاثر بعض الاقوسیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عیون الاثر سے یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

[3] مقدمہ سید شریف

[4] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[5] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۷

[6] کتاب العلم لابن عبدالبر

[7] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۱۴۷

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔

تو مخفی نہیں کہ اصحاب سِیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ۔ لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوء حفظ بعض رواۃ یا اختلاط یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجبر میگردد بتعدد طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش غلط اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نمی شود و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول است[2]۔

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوءِ حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب کی وجہ سے ہو یا حفظ و ضبط والے راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلط ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں معمول ہے۔ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم، اس کے بعد صرف کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب کہا، کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیی وابن مہدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیی اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متہم بالکذب ورمی بالرفض[3] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے رفض کی

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/٢

[2] شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ١٣

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ٢٩٨

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ت) بالجملہ عامہ کتب سیر و تفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اُنھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفیٰن وشعبة وجماعة ورضوہ فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر۱؎

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جن کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سیدالناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب ما یروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلك مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلك الامام احمد۲؎

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عرب کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعة علمه۳؎ (علم وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر۴؎ (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالجملہ جرح شدید ماننے وا

عنہ حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کان بئر بضاعة

جہاں انھوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعۃ (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱؎ میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۸

۲؎ عیون الاثر ذکر الاجوبۃ عما رمی بہ مطبوعہ دارالحضارۃ بیروت ۱/ ۲۴

۳؎ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۳۱۲-۱۳

۴؎ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹

بھی ہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے:

کان الی حفظہ المنتھی فی الاخبار والسیر والمغازی والحوادث وایام الناس والفقہ وغیرہ ذلک[1]

یہ اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادثات زمانہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کہ ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلت مذکورہ درج موضوعات کیا اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ و ہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سوا اُسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی افادہ نمبر میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب کھل گئی کہ وہ جو امام الشان ہی سے ملی کہ متروک ہو تو وہی متروک کہ تھا شدید ضعف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقۃ الی السماتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عند بادا وقعنا لو اقدی ما اعتمد المخالف فلا تتضعیفہ ایاہ[2] اھ وقال فی فصل فی الآثار قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ[3] اھ ۱۲ منہ (م)

کے گروں سے باہروں کو پانی دیتا، تھا ہمارے نزدیک حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کردی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور فصل فی الآثار میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی کتاب مغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۶۶۳

[2] و [3] فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۱ و ص ۹

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حفاظ ذی الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ ۔

خامساً اور سنیے وضو کے بعد انا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابو اللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کا ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا تو یہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی عن ھذہ الجملۃ فاجاب بما نصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ[۱]

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کی برکت سے متعلق ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و فعل ثابت نہ ہو اھ ت،

سادساً حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا، کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابو عثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ[۲] (اس کی احادیث باطل اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: ھذا حدیث غریب الاسناد

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۹۴ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۸۱

والمتن وھو فی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب باشمار معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی اور امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعًا حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللہ وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت[2] (مرغ سپید میرا خیرخواہ اور میرے دوست کا خیرخواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے)، کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب[3] (اس کی سند میں کذاب ہے)، باوصف اس کے فرمایا: فیندب فعل ذلك تأسیا به[4] جب حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتداء حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجے وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامنًا احادیث [illegible] سابقہ بھی [illegible] کے شاہد عدل ہیں خصوصًا حدیث وان کان الذی حدثه به کاذبا (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق ونفع جب ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی تفصیل دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقله تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مرارا یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ سے نقل مختلف ہوئی، شامی[عہ] نے فرمایا مطعون سے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عہ فی مستحبات الوضوء ۱/۸۷ (شامی نے مستحبات الوضو میں فرمایا ۱۲ منہ ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد والمتن المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱

[2] کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیك الابیض دار الفکر بیروت ۴/۳

[3] التیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شدید الضعف ھو الذی لایخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب[1]

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انھیں دو کو شدتِ ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ[2]

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ[3]

یہ کہ ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو اور فحش الغلط ہو۔ (ت)

عہ وھکذا عزا بعض معاصرینا وھو المولوی عبدالحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ما ذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لایخلو طریق من طرقہ من کذاب او متھم بکذب اھ اقول لکن سنسمعک نص التدریب والقول البدیع فیظھر لک ان ما وقع ھٰھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عہ ہمارے معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے ظفر الامانی میں "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ان الفاظ میں انھوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس کے تمام طرق کذاب و متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں اھ اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے غور کرنا چاہئے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] رد المحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۹۵

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ,, دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[3] نسیم الریاض شرح الشفا مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۳

یہاں کافی سے زیادہ توضیح کا پتا دیا۔ تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور علماء و خود امام الشان سے بعید و رثاثت بظاہر و العجب ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید۔ والحمد للہ العلی المجید ھذا (اسے یاد رکھو۔ ت)

واُری انی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث کلاما یتعلق بالمقام احببت ایرادہ تتمیما للمرام، فذکرت اولا ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدته باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن السید عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصه۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انھوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو سید نے سخاوی سے انھوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبة، ولتحدید ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانه ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقه"، فیکون الحاصل ان شدید الضعف لغیر الکذب والتھمة لا یقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقه فقد یبلغ درجة یسیر الضعف فی خصوص قبوله فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمة فانه وان کثر طرقه التی لاتقویه بان لایخلو

اقول جیسا کہ تمھیں معلوم ہے یہ بات امام نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہورہی ہے وہ یہ کہ یہاں انھوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انھوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہو کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں البتہ جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

حتى منه من كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقا ولو بغير كذب في باب الفضائل موقوفا على كثرة الطرق، لكنه يخالفه في جملة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الضعف بالكذب ايضا كما تقدم، وهو كما ترى مخالف لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووي عنهم كافة، فانهم لم يشترطوا لقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان لا يكون موضوعا، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، وان تعدد ولم يكثر طرقه، فافهم، وتامل فان المقام مقام خطأ وزلل، والله المسؤول لكشف الحجب، وابانة الصواب اليه المرجع واليه المآب اهـ، ما اردت نقله مما علقته على الهامش.

جائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو۔ لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا گزر رہا ہے علاوہ ازیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے، بہرصورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ شدید فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متعدد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقام مخفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے پردوں کو ہٹانے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوئی بات

فان قلت هذا قيد زائد افاده

اگر اعتراض کے طور پر تو کہے کہ امام شیخ الاسلام

امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعاً للتخالف بين النقلين، **قلت** نعم لولا ان ماذكروه من الدليل عليه لايلائم سريان التخصيص اليه، وكيف لا، وها انت تراهم يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجليل فنود ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہوسکتا ہے **قلت** (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پاکر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعدِ شرعِ جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جليلة (فائدہ جلیلہ)

في احكام انواع الضعيف واختلاف رتبه، هذا الذي اشرت اليه من كلام السخاوي في المتقدم هو قوله مع متنه في بيان الحسن: ان يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اكثر او قوي الضعف لم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقي عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبة الضعيف الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجيء ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا بها الى مرتبة الحسن لغيره[1] ملخصا۔

فائدہ جلیلہ (ضعیف حدیث کے احکام، اقسام اور الگ الگ رتبوں کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ مع متن، حدیث حسن کے بیان میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طرق سے بھی ختم نہیں ہوسکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود و منکر کے مرتبہ سے ترقی کرکے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہوجاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۸۳

معمول کا دو طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

ورأیتنی علقت علیه ههنا ما نصه

اقول حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع زیادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح لشیئ اصلا ولا یلتئم جبره به ولو کثرت طرقه ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید الشیئ الا شرا، وایضا الموضوع کالمعدوم والمعدوم لا یتقوی ولا یقوی، ومنه عند جمع منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین وعند آخرین منهم خاتم الحفاظ ما اتی من طریق المتهمین، وسوّهما السخاوی بشدید الضعف الآتی لذهابه الی ان الوضع لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به کذاب او وضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب، اما الضعف بغیر الکذب والتهمة من ضعف شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فلا یعمل به فی الفضائل علی ما یقتضیه کلام جماعة العلماء وهو الاقعد بقضیة الدلیل والقواعد، لا عند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنه ومن تبعه کالسخاوی الا اذا کثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعها کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث کے ساتھ جو بیان ثابت اور واضح ہو چکا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کار آمد نہیں، اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی ہے اور نہ قوی بنائی جا سکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے "خاتم الحفاظ" بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ "موضوع" وہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف" کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کریں گے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تنتهض بذلك
درجة الحسن لغيره الا اذا انضمت مع ذلك
بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع
ذلك يكون كحديثين صحيحين صالحين
ه ماخذين فهم ترتقي الى الحسن لغيره فتصير
حجة في الاحكام ، اما مطلقا على ما هو ظاهر
كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد
لجابرات الصاعدات البالغة مع هذه الطرق
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد
حد الكثرة في الصوالح على ما فهمه السخاوي
من كلام النووي وغيره لو قد فيه لعصر
بكثرة مع من ان فيه صوبه بكلام شيخه
الاسلام في بعضه و نحبه [illegible]

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے
اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے مگر
شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی
کی فرمان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں
معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں
اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ
صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل
قرار دیتے ہیں۔ تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو
احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا ورنہ یہی ہے
درجہ حسن لغیرہ کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے
ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریقہ سے اس کی کمزوری زائل
ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق دو
ایک سے کئی طرق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عنه حيث قال متى توبع السيء الحفظ بمعتبر
كأن يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط
الذي لا يتميز والمستور والاسناد المرسل وكذا المدلس
لو يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنا لا لذاته
بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لان كل واحد منهم (ا)
ممن ذكر من السيء الحفظ والمختلط و ... احتمال
كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء
فاذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة
لاحدهم رجح احد الجانبين من الاحتمالين
المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں: جب راوی سوء حفظ کا متابع معتبر
راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے
کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو تمیز نہیں کرتا، مستور،
اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف معلوم نہ ہو تو ان
کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاتہ نہیں بلکہ باعتبار
المجموع ہو گی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوء حفظ
اور مختلط ہی کا ذکر ہوا ہے) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس
کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح۔ پس جب معتبر راویوں میں سے
کسی ایک موافق روایت آ جائے تو مذکورہ دونوں
احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

بوحدة الجابر مع جواز سكون الكثرة فى كلام النووى بمعنى مطلق التعدد، وهو الاوفق بما رأينا من صنيعهم فى غير مقام، والضعيف بالضعف اليسير اعنى ما لم ينزله من محل الاعتبار يعمل به فى الفضائل وحده، وان لم ينجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغيره، و احتج به فى الاحكام على تفصيل وصفنا لك فى الجابر، فهذه هى انواع الضعيف، اما الذى لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور فى ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى فى

حدیثوں کی طرح ہو جاتی ہو جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا اس کیلئے متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالح بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما ارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اھ وانظر كيف اجترئ فى المتن بتوحيد معتبر وفى الشرح باعواز رواية وحكم بالارتقاء الى درجة القبول ومن المراد به ههنا الا القبول فى الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا للاعتبار قبل الورود مع انه مقبول فى الفضائل بالاجماع ويظهر لى ان الوجه معهما اعنى العراقى و شيخ الاسلام لما بين فى النخبة من الدليل لهما مع ما علقته على فتح المغيث ١٢ منه رضى الله تعالى عنه (م)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہوگئی ہے اھ واللہ اعلم۔ ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کسی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار و الورود کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو ترجیح میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

لہ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر بحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۷

الاحکام، وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا فصار صحیحا لغیرہ اودونہ مما یلیہ فلا الا بکثرۃ انتہی ما کتبت بتلخیص۔

جو انھوں نے "التقریب" اور "تقریب" میں کہا ہے دونوں کتابوں میں یکجا ہو (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کردے تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور حسن کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے امور میں بیان کردی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی اقسام ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں سوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچی ہو، تو یہ "حسن لذاتہ" اور حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہوسکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہوجائیں میری تحریر کی بنوفی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح دل پر تشکر [illegible] کے ساتھ تو شاید اور جگہ نہ ملیں، و باللہ التوفیق ولہ الحمد۔ الحمد للہ القدیر القوی علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف وآلہ وسلم۔ قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتدائے مسودہ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر تین سطر کے مقدار تھا جب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات تمام اسی مسئلہ کی تحقیق میں اضافہ ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسہیل جلیل و تفصیل جمیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیے جائیں اور بلحاظ تاریخ **الهاد الکاف فی حکم الضعاف**۱۳ (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما رزق من نعم تحقیق مالک العشر معشار عشرھا بالتلیق والصلٰوۃ والسلام علی الحبیب الکریم وآلہ وصحبہ ھداۃ

عہ مستوعی محل الاسلام سے یہی حدیث یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التقا ما بکیر التعال الی هیرۃ تک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب سے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

بطریق امین۔

افادہ بست وچہارم (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف بھی نہیں چہ جائے ضعف شدید)

وباللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کا بھی مستلزم نہیں، ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم، لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب "این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود"۱؎ (یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً در بارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل، کوئی ادنٰی ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب فاضل۔ ہاں منکران طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

اولاً خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیف خطیب و ابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ۲؎

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابیست در باب خود۳؎

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

۱؎ عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

۲؎ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵

۳؎ " " " " کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب " " " " " ص ۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا۔

التصانیف المفیدۃ التی هی بضاعۃ المحدثین و عمدتهم فی فنهم۔[1]

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فنِ حدیث میں محدثین کے بضاعت و محلِ تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدحِ جلیل نقل کی۔ سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریرِ طبقات کے موجد ہیں، اسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں،

اصلح هذه الطبقۃ ما کان ضعیفا محتملا۔[2]

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابلِ تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیفِ محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظِ افراد ہو گا ورنہ ان میں بہت احادیث مجرد حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح و حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو عنقریب سنے گا۔ ت)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنہا را دیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند و موضوعات را

جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انھوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہٰذا انھوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقلوبہ تھیں جنھیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کرکے

عـہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات واردہ است

دوسری فصل کی قسم دوم جو کہ تبیینِ شبہات سے متعلق ہے اس کے تحت اس کا بیان ہے (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

[2] حجۃ اللہ البالغۃ باب طبقات کتب حدیث، الطبقۃ الرابعۃ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۳۵

از حسان غیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق حدیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از یکدگر ممتاز سازند مطمح ہر دو فریق را اللہ تعالیٰ محقق ساخت بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث بحکم بصحت و حسن و متأخران در احادیث خطیب و طبقۂ او تعرف نمودند ابن جوزی موضوعات را جدا ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان غیرہا از ضعاف و مناکیر تمیز نمود خطیب و طبقۂ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاہم اللہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر الجزاء[1] ملتقطا۔

موضوعات کو حسن وغیرہ سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظِ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین سے خطیب اور ان کے طبقہ لوگوں کی احادیث میں تعرف کیا و حکم لگایا۔ ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن وغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطاً۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ خطیب میں صرف ضعیف نہیں بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انہیں شاہ صاحب نے اسی بحث میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقۂ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی و طبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقۂ رابعہ میں گنا۔ امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

ورمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان حب وللحاکم فی المستدرک ک وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد د فما سکت علیہ فھو صالح وما بین ضعفہ عنہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بیین

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں: خ سے بخاری، م سے مسلم، حب سے ابن حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء۔ ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو۔ د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف ۰۰ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات ا/ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

نقله عنه، وللترمذی ت وانقل کلامه فی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجة ہ ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبة ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب وفی الاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیة حل وللبیهقی ق وله فی شعب الایمان هب وهذه فیها الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالبا اھ مختصرا۔

انھوں نے بیان کیا ہے جس نے اسے نقل کردیا ہے۔ ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا۔ ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ، ع سے ابویعلی، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیہ ابونعیم، ق سے سنن بیہقی، هب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً۔ (ت)

دیکھو امام حافظ الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی کشتی میں کیا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سفہا ناحق تحریف معنوی کرکے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا اُن کے سر لگے دیتے ہیں۔ تمثیلاً چند منقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فتح میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بین فی وعلیه کلمة لم تستبن فی الکتابة فکتبت مکانها لفظة سکت اذ هو المراد واذ کان لابد من التنبیه نبهت علیه ۱۲ منه (م)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فی اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کردیا۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبۂ کتاب، دارالفکر بیروت ۱/ ۱۸، ۱۹

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کرده اند که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرموده که فاتحة الکتاب کفایت مے کند آنچه ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند[1] الحدیث۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورة کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں سب ۔

ثعلبی از شعبی روایت کرده است که شخصے نزد او آمد و شکایت درد گرده کرد شعبی با او گفت که ترا لازم است که اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت که اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحة الکتاب۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے۔ انھوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جسے درد پر دم کر۔ اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورة الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورة البقرة ذکر بعض خواص سورہ و آیات میں ہے ؛

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کرده

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عه: در بعض روایت اقران دارقطنی یا طبرانی یا وکیع مخالفت را سود ندہد زیرا که ازیں چنانکہ احتمال ایں معنی رو نماید که استاد ایشاں مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر منقدح ثبوت نشیند که ہمہ احادیث طبقہ رابعہ قطعاً از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر که تنہا از طبقہ رابعہ ست ازال باشد زعم مخالفت را ہیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سود مند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ استاد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالفت کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالفت کا جو بھی زعم ہو اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورة الفاتحہ فضائل ایں سورة الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۵

[2] " " آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ " " " " " ص ۵۹

که حدیثی در عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شنیده‌ام که آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فرموده اند هر که در شب سی و سه آیت بخواند او را در آں شب درنده و دزدے ایذا نرساند الحدیث اه مختصراً۔[1]

کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور چور نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی[عه] میں ہے:

روی[عه] ابن جریر عن مجاهد قال سأل سلمٰن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن اولئک النصارٰی الحدیث۔[2]

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر ذیل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت میکند که روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمود که حالا شخصے آید که حق تعالٰی بعد از من کسے را بہتر از او پیدا نکرده است

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

عه زیر آیه ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والنصارٰی ۱۲ منه (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

عه شاه صاحب در عجالهٔ نافعه جائیکه ذکر طبقات اربعه کرده است تفسیر ابن جریر را از همیں طبقهٔ رابعه شمرده است کما ذکره فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ۱۲ منه (م)

شاہ صاحب نے عجالۂ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ وسی وسہ آیت مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۳

[2] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والنصارٰی " " " ص ۲۴۱

وشفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ مدتے نگذشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند[۱]۔

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ (ت)

تحفۂ اثنا عشریہ[۲] میں ہے[عہ]:

در روایات شیعہ و سنی ہر دو ثابت است کہ ایں امر خیلے بر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را بدر سرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آوردہ و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت پس در مدارج النبوۃ و کتاب الوفا و بیہقی و شروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانۂ فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در باستاد و عذر خواہی کرد و حضرت زہرا ازو راضی شد و در ریاض النضرۃ ایں قصہ بتفصیل مذکور ست و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقہ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ

شیعہ اور سنّی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہٰذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو جائیں۔ روایات اہلسنت مدارج النبوۃ، الوفاء، بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی سے بھی یہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقہ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے الخ۔ (ت)

[عہ] در طعن سیزدہم از مطاعن طاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

طعنہ زن لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] تفسیر عزیزی آخر سورۃ اللیل پارہ عم مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۹

[۲] تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

سابعاً طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں بلکہ اس میں صدہا حدیثیں برشرط بخاری ومسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کے کہ خود شاہ صاحب ہی کتب حاکم سے کتنے اسناد دیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ت) لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابو عبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر شرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب ازین جنس است کہ بظاہر[عہ] اسناد او صحیح ست لیکن بشرط این ہر دو نیست وبقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آن کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام[1]

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری ومسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اسی قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان (بخاری ومسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں جیسا کہ میں نے اس کے خلاصہ جو تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے۔ انتہی (ت)

عہ لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردہ نیست عبارتش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطہما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیئ او لہ علۃ وما بقی وہو نحو الربع فہو مناکیر او واہیات لا تصح وفی بعض ذلک موضوعات[2] اھ (ت)

لفظ "بظاہر" جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شیئ یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰،

[2] تدریب الراوی صفۃ احادیث مسلم ذہب الحاکم فی المستدرک دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۰۶

تنبیہ: مذکورہ ان بیانات سے واضح ہو گیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکِ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنھوں نے احتراز کیا انھوں نے درج کیں نہ یہ کہ انھوں نے جو کچھ لکھا سب متروکِ سلف ہے بوجہ عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افرادِ بخاری متروکات مسلم ہوں اور افرادِ مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

وہذا مساسۂ محدثین قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔[1]	اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نبیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ[2]	امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تا وقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے اگرچہ اکثر عــہ صحیح ہی ہوں جیسے

عــہ اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی	شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[2] " " " " " " " " " " ص ۱۰۹

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیح ہیں تو کسب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کوئی جاہل بھی اس کا دعوٰی نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی کہ اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ وثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم، آخر نہ دیکھے کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ومصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائی جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادہ ۱۲ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری وامام سخاوی نے تنصیص[علہ] کی، امام حافظ الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک مسلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کی فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی احمق کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً ناقابل استناد واعتبار ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر واعتماد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر۔ قلم فراغت رقم (جب اس محل پر آیا بعض کرم فرماؤں نے خواہش فرمایا کہ مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جلیل فقیر ذلیل غفرلہ سے دیکھیں پر اس میں ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما لا ینتقد قلیل جداً، قال: وفیہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعاً عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن ما لیس بصحیح صحیحاً قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدم الانتفاع بہما الا لعالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل[1] اھ ۱۲ منہ (م)

پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کردیتا ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس فن کا ماہر ہو کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوتی جس میں تساہل نہ ہوا ھ ۱۲ منہ (ت)

علہ ذکرنا نصہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۷۹

وایجاد وام ساحتے تھا لہٰذا اسے بتوفیقہٖ تعالیٰ رسالہ مفردہ اور بلحاظ تاریخ **مدارج طبقات الحدیث** لقب دیا وللہ المنۃ فیما الہم ولہ الحمد علی ماعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

افادہ بست وپنجم

(کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو بھی مستلزم نہیں)

اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بنظر واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں بہت حدیثیں صحیح درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگادیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح وتقریب امام نووی والفیہ امام عراقی وفتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے بہ اجمال اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح وروشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد، صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ دوم وہ جن کا

عـــہ الحمد للہ کہ یہ عربی رسالہ مختصر بلحاظ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں کلمات ائمہ کا کلام نقل کیا

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا۔

ثالثاً پھر بہت ابحاث رفیعہ مؤلفہ وفقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید تجاج ناقد کے کلام کی نہ معتقد کرنا فیع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد وغیر ناقد متوسط ومبتدی ہر قسم کے آدمی کو راہ استناد وطریق احتجاج واضح ہوگیا، آخر میں سے کلمات علماء سے مزید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار ونیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں تعنت تھا بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ١٢ منہ (م)

مقصود صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

ان ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی صدری انتقاؤہ واختصارہ فاورد الحدیث ثم اعقبہ بکلامہ ثم ان کان متعقبا نبہت علیہ اھ ملخصا۔[1]

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کروں اور اس کے حکم پرکھوں تو ہر حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

وقد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فلنشرع الآن فی الزیادات علیہ فمنہا ما یقطع بوضعہ ومنہا ما نص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔[2]

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ چاہے گا اور اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا کہا ہے مثلاً "لایصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "مرفوعا" کی قید زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، وعلی ہذا القیاس۔ اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر وتنقیح رہے گا کما لایخفی۔ شوکانی کی کتاب موضوعات مسمی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کی ہے۔ خود اس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اس کی یہ ہے:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۃ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۱/ ۲

[2] " " خاتمۃ کتاب " ۲/ ۲۸۱

وقد اذکر ما لا یصح اطلاق اسم الموضوع علیه بل غایة ما فیه انه ضعیف بمرة وقد یکون ضعیف ضعفاً خفیفاً وقد یکون اعلیٰ من ذلک والحامل علی ذکر ما کان هکذا التنبیه علی انه قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعاً کابن الجوزی فانه تساهل فی موضوعات حتی ذکر فیها ما هو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبه السیوطی بما فیه کفایة وقد اشرت الی تعقباته[1] ؎

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر وضع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں بھی خفت ہو گی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعقب کیا ہے میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے اھ ملت،

تو منکلین حافظ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات حافظ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا مگر نظر بانجاح مطلب چونکہ یہ نئی بات ہے تو بہ وسعت کسی قدر کلام منظور تھا لہذا ان افادات کے ساتھ خلط نہ کیا کہ وہ صحیح ہو کر ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کا بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظۂ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان تک موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات وہابیہ کے پیچھے مثل اگر موضوعات شوکانی کو موضوعات نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی نافہم ٹھکانی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علما سے ناقلیان کذب کی دو قسمیں کیں، ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء و کذابین وغیرہم[ف] کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما وقسم جعلوا مصنفاتهم مختصة بالاحادیث الموضوعة دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی و صغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف

ف افادہ ۲۳ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را بجو ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر تمیز نمود[2]، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ دام

---

[1] الفوائد المجموعة خطبة الکتاب دار الکتب العلمیة بیروت ص۴

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات ۱۱ مکتبہ سلفیہ لاہور ص۲۸۲

مقصد موضوعات سے نہیں بلکہ اُن کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام اس سے کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کی متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ[1] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں ۔ ت) نہ اُس کو آنکھ کھول کر دیکھا اسی کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ[2] (منافق کی تین علامات ہیں۔ بخاری ومسلم ۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسك مسلم فی الزکوۃ من صحیحہ[3] (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوٰۃ کے باب میں ذکر کیا ہے ۔ ت)

(۷) ذرا یہ کہ تیسیں میں تو تخریج احیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعویٰ مساوات ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نتیجۃ الافادات بحمد اللہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق مواقعہ کو، ان چودہ افادوں نے ماہ شب چہاردہ کی طرح روشن کردیا کہ فضائل اعمال میں حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انہیں درجہ ضعیف بضعف خفیف اور [illegible] مقبول وکافی اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال واہمال کے لیے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دستِ استعانت قادر توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام خیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزل کلام اور آخر میں ازالہ وار باقی بقیہ اوہام منکرین پیام کیجئے وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست وششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے)۔ **اقول** بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے تو تجربات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء وصلحاء کے تجربہ ہیں آپ تک تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز قضائے حاجت کی

---

[1] المقاصد الحسنۃ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۳
[2] " " " " حرف الہمزۃ " " " " ص ۹
[3] " " " " " " " " " ص

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے۔

ولا تعلموها السفهاء ، فانه یدعون بها فیستجابون[1]۔

بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: محض لاشیئ کذاب خبیث ہے[2]۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ ت) کل ذلک فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروک وکان حافظًا[3] (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت) ذہبی نے میزان میں کہا،

کان من اوعیة العلم علی ضعفه ، وکثرة مناکیره وما اظنه ممن یتعمد الباطل[4]۔

اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفه[5] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[عہ] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے معلول کیا۔

حیث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخی و

جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی منفرد

عہ فی الترغیب فی صلوۃ الحاجۃ ۱۲ منہ (م) (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلٰوۃ الحاجۃ ۱/ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۲۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۲۷۳

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۲۸

[3] تقریب التہذیب حرف العین مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲

[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۶ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۲۹

[5] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۳۱۲

وهو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدي وعده فيما اعلمه عه اه قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدي ايضا فقال في الميزان قال

اور وہ متروک و متہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے ثقات سے بہتر قرار دیا ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے میزان میں ہے

عه اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه في خدمة الكتاب ضعفه الجمهور ووثقه قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الايلي عن ابي غسان عن بهز بن اسد انه قال ارى يحيى بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسناده عن ابي عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحديث من ابن المبارك وقال المروزي سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشيء كتبت عنه كثيرا فقيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثير السماع كان قتيبة يطريه ويوثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرحه عن ابن معين واخريات ثم قال قلت لا ريب في ضعفه وكان اماما حافظا في حروف القرأت مات سنة اربعين وتسعين ثلث مائة اه ۱۲ منه (م)

اقول حافظ جیسے فرد پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اس کی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ایلی از ابی غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابن المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبداللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شَی کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۲۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

[له] الترغيب والترهيب في صلوٰة الحاجة ودعائها مطبوعه مصطفى البابي مصر ۱/ ۴۷۰

ابن مهدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مهدی حسن الرأی فی عمر بن هارون اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ ابن مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ پھر کہا کہ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بایں ہمہ، زانجا کہ مستدرک میں تھا،

قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقا، وقال ابراهیم بن علی الدیبلی[عـه] قد جربته فوجدته حقا، وقال الحاکم قال لنا ابو زکریا قد جربته فوجدته حقا قال الحاکم قد جربته فوجدته حقا[عـه۲]

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابو زکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا۔[2]

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: والاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہے نہ کہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج حلیہ[عـه۳] میں حدیث کا وضع شدہ اور امام ابن جوزی کا اسے

[عـه] نسبة الی الدیبل بفتح الدال المهملة وسکون الیاء المثناة من تحت وضم الباء الموحدة والاخر لام قصبة ببلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منه (م)

یہ دیبلی کی طرف منسوب ہے۔ دیبل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاء تحتی کے سکون، باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلاد سندھ میں ایک قصبہ ہے، قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

[عـه۲] اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد بیس سال ہوگئے جب سے بحمد اللہ بفضلِ الٰہی ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ۱۲ منہ (م)

[عـه۳] آخر الکتاب فی فصل الثالث عشر فی صلاۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منه (م)

یہ کتاب کے آخر میں فصل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نماز حاجت کے بیان میں تکمیل کتاب کی فصول میں ہے (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۴ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

بالیقین موضوع کہنا عہ ذکر کرکے فرماتے ہیں،

ومشی علی هذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجه من الصلوة المستحبة[1]۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلیے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھیے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء و صلحاء سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا وروی تجربة ذلك عن كثيرين[2] (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ ہوتی تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادۂ بست وہفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلا سند مذکور رہنا بھی بس ہے) **اقول** بحمداللہ یہاں تو طرق مسندہ یا سانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا

عہ هو آخر حدیث من باب الصلوة فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن هارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له الترمذی وابن ماجة وقال فی المیزان کان من اوعیة العلم الی آخر ما نقلنا قال ووجدت للحدیث طریقا آخر ثم ذکر ما اسنده ابن عساکر عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه نحوه و سکت علیه خاتم الحفاظ والله تعالی اعلم ۱۲ منہ (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں ہے "کان من اوعیة العلم الی آخرہ یعنی" وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو جو ہم نے نقل کیا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۱

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام ونشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور والا کو یاد کرکے بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند، ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس زائد اس کا پتہ نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ہو مگر ازانجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں گندہ خواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار، اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور بعینہٖ رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی[عـه۱] نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسم بھذا البلد ۞ وانت حل بھذا البلد[2] میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تم اس میں جلوہ فرما ہو۔ (ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون[3] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[4] مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ لا اقسم بھذا البلد ۞ نسیم[عـه۲] کی دلکشا عبارت یہ ہے:

عـه۱ الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م)	دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو (ت)
عـه۲ الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)	باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶
[2] القرآن ۹۰/۲
[3] القرآن ۱۵/۷۲
[4] القرآن ۹۰/۱

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته و حیاته کما اشار الیه عمر رضی اللہ تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یا رسول اللہ قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهذا البلد[1]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)۔ (ت)

مواہب[عه] میں ہے:

علی کل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهذا البلد[2]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمت مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

[عه] المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۱

[2] المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس مطبوعہ عامرہ مصر ۲۰۲/۶

مدارج[1] میں اسے نقل کرکے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے درآید، بہ نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف پاک ست کہ غبارے براں نہ، و تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز ست نزد مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرے عظیم[2] و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالٰی الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں۔ بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالٰی حضور کے خاک پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالٰی جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شی (معاذ اللہ) اللہ تعالٰی سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بہ نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ معاذ اللہ بہ نسبت اللہ تعالٰی کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقۂ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورۂ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب و شواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد مردود، مثلاً لکھا،

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ[3] پس بطریق   شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہورہ

---

[2] قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[1] مدارج النبوۃ   وصل مناقب جلیلہ   مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر   ۱/ ۹۵

نوٹ: مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلٰحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[3] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین   اتصاف شیخین بصفات کاملہ   مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور   ص ۹۲

اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بر رؤیا وما نند آں از ایشاں بسیار مروی شدہ حدیثے چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابوبکر شبیہ بوحی است زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبے پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسماں فرود آمدہ بربام کعبہ افتاد[1] ونیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل کرد بجانب من کرد آوازے ازاں درخت بگوشم می آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمد باید کہ تو سعادت مند ترین مردماں باشی بوے الخ ونیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول ست کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم[3] الخ ملتقطا۔

کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور ان سے خرق عادت اور تربیت الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں بیان ذکر کرتا ہوں، شواہد النبوۃ میں ابومسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرض وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لیے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے ؛

چوں نوبت خلافت بفاروق رسید سیاستے بر دست او واقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد و اگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیاء را می شاید

جب خلافت حضرت فاروق اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقل سلیم کو امورِ خلافت

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

[2] " " " " " " " " " " ص ۹۴

[3] " " " " " " " " " " ص ۹۵

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد وسد کل ذریعت نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد وقال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق[2] و در روضۃ الاحباب مذکور است کہ در زمان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالالتقاط۔

میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جا سکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کی اور بہت ہی محنت و کاوش کے ساتھ کتاب و سنت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند کر دئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ آپ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جا سکتا یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہو گیا الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھ بالالتقاط۔ (ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروق بابی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا عہ جس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جلیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۳۰

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۳۱

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۳۲

ارشاد کیا:

۳ لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۱؎

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست وہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں)

اقول اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر فرضاً تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے نہ حدیث عدم، اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن مستحسن ہوجائے گا۔

کماھو شان المباحات جمیعا کما نص علیہ عـــہ فی

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ

عـــہ قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولی اما المباحات فانہا تختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ۲؎ ونقلہ مقرا فی اوائل نکاح ردالمحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انہا مباحۃ لکن بقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات۳؎ اھ وکلام الانموذج مرّ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

اشباہ میں قاعدہ اولٰی میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو، اسی عبارت کو ردالمحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، ردالمحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اخبراللہ تعالٰی الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۸

۲؎ الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

۳؎ ردالمحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

والاشباہ ورد المحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔

و ردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و ممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں زیر قول دُر واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال[1] فرماتے ہیں:

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما لو کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہوئی اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول قصد افادہ رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وسنستوفی علیہ تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔

اقول سید احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ مطلب بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث کے مضمون میں جو شرعی قاعدے کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے، عنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں (ت)

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلٰی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ وہ موضوعات و اباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظرِ اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ و

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی سے

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷۵

ابن الصلاح انه باطل وكذا قال شيخنا، انه ليس في شيء من طرقها ما يثبت ولم يرد في خبر صحيح ولا حسن ولا ضعيف ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم البس الخرقة على الصورة المتعارفة بين الصوفية لاحد من اصحابه ولا امر احدا من اصحابه بفعل ذلك وكل ما يروى في ذلك صريحا فباطل، ثم ان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن من علي سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم يتفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتى من لبسها والبسها كالدمياطي والذهبي والهكاري وابي حيان والعلائي ومغلطائي والعراقي وابن الملقن والابناسي والبرهان الحلبي وابن ناصر الدين هذا مع الباسهم اياها الجماعة من اعيان المتصوفة امتثالا لالزامهم لهم بذلك حتى تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصالحين واقتداء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدين اھ بتلخیص۔

وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاذ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت معروفہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام سیدنا ہکاری امام ابوحیان امام علاء الدین علائی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابناسی امام برہان حلبی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ انہوں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے ان پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا، ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ (ت)

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین وعلمائے شرع متین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ: یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور، مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تالیف فرمایا اُس میں

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

سماعہ، اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ۔

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔ (ت)

پھر وہ کئی ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث[2]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث (ت)

ہمارے شیخ الشیوخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے کہ اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شم الورد ولم یصل علیّ فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم[عہ] الورد الاحمر الخ (ز) وقد کتبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی (ز) میں نے

[عہ] الفتنی یکتب ز علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ (م)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحاوی للفتاوٰی رسالہ اتحاف الفرقۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " " ۲/ ۱۰۲

علیہ وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ هل له اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ ما نصه اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم عند ذلك ونحوہ فلا اصل لها نعلمه فی ذلك فلا کراھة عندنا[1] اھ ملخصا۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ سے عرض کی کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انھوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت قاعدۃً بہ نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں:

اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمه الی ما کان علیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم من محبته للطیب واکثارہ منه فتذکر ذلك الخلق العظیم مصلی علیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم حینئذ لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یعظموہ بعین مهابة الاجلال عند رؤیة شیئ من آثارہ او ما یدل علیها فهذا لا کراھة فی حقه فضلا عن الحرمة بل هو آت بما فیه اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحب العلماء لمن رای شیئا من آثارہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم ولا شك ان من استحضر ما ذکرته عند شم الطیب یکون کالرائی شیئا من آثارہ الشریفة فی المعنی فیسن له الاکثار من الصلاۃ والسلام علیه صلی اللہ تعالی علیه وسلم[2] اھ مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

---

[1] و [2] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۲/۵۱۲
۵۱۳

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھی اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ و اذکار صبح و شام ہے:

يشبه ما يتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الا الله سبعين الف مرة يذكرون الله تعالى يعتق به رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار ويطوفون عليها لانفسهم ولمن مات من اهاليهم واخوانهم وقد ذكره الامام اليافعي والعارف الكبير الشيخ محيي الدين ابن العربي واوصى بالمحافظة عليها وذكروا انه قد ورد فيها خبر نبوي لكن قال بعض المشايخ لم ترد به السنة فيما علم وقد وقفت على صورة سؤال رفع الى ابن حجر رحمه الله تعالى نصه من هذا الحديث وهو من قال لا اله الا الله سبعين الفا فقد اشترى نفسه من الله وصورة جوابه الحديث المذكور ليس بصحيح ولا حسن ولا ضعيف بل هو باطل موضوع هكذا قال النجم الغيطي وعقبه بقوله لكن ينبغي للشخص ان يفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالا لقول من اوصى به وتبركا بافعالهم اه ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو ساداتِ صوفیۂ کرام میں ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کرے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات، اقارب و احباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوی دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل و موضوع ہے۔ علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو ملخصا

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

لہ فتح الملک المجید

مسلسلہ حدیث میں دیگر اصحاب نے امام ابن حجر کا وہ فتوٰی نقل کرکے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی عمل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق۔ اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

یاراں و دوستاں فرمایند کہ ہفتاد وہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند وہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے، از دوستاں دعا و فاتحہ مسئول است۔[1]	دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک روح کو اور ستر ہزار دوسرے کی روح کو ایصال ثواب کریں اور دوستوں سے دعا و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ[عہ] شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا:

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ۔[2]	جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی اور پیر گروہ جدید نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا مگر حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ وہم کا انھیں سہو کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسی قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہا اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی"[3] بتلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۵ بمولانا برکی ۱۱ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۱/۲

[2] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

[3] تحذیر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۳۴، ۳۵

باینہمہ فرمایا :

ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحسنها العلماء الاعلام و المشایخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام[1]

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے اعلام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اثبات موضوعیت حدیث استحباب فعل کا بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور عدم حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لا یخفی۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اس میں کلام ہے اس باب میں ایک متصل حدیث ابو [illegible] سے روایت کی انصافاً غایت کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل۔

من جمع حلیة شرح المنیة للامام ابن امیر الحاج تجده یرشدك الی الحق سراج وهاج فی لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تو اندھیری رات میں روشن چراغ کے سبب تم حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافۃ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود [illegible] متن بھی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسمائے کرام سلسلۂ سند سے ظاہر ہیں شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

---

[1] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبیر احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۵

هذا ما تفرد به عبد الله بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانه متهم بالکذب والوضع قال السخاوی لا یباح ذکره الا مع ذکر وضعه لکن المحدثین مع کثرة کلامهم فیه ومبالغتهم فیه ورمیه بالوضع لا یزالون یذکرونه تبرکا بالتسلسل[1]

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے تھے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے ہیں پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے ہیں۔ (ت)

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی،

بسنده الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری بسنده الی ابی الحسن المصقل بطریقه الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوههم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند سے ابوالحسن المصقل تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

بسنده الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک ہے حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں جس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ

من اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل[2]

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم وحوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)

---

[1] ثبت حصر الشارد

[2] کنز العمال کتاب الضیافۃ من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۶۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد[1] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

كما بينه في الافادة التاسعة اما ما اعله الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكي المصري المدرس بالجامع الازهر بعد ايراده في ثبته بالمتن الثاني المذكور فيه لا حرفة الى تمام العشرة بذكر الملئكة في الضيافة وهم لا ياكلون ولا يشربون قال فان صح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير اه[2] كما انبأنا به في جملة مرويا ته شيخنا العلامة زين الحرم السيد احمد بن زيني بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمياطي عن مؤلفه الشيخ الامير المالكي فاقول ليس باعجب مما انبأنا السيد حسين بن صالح جمل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السندي المدني بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني الحديث وفيه يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمني قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے کہ اس متن میں ضیافت میں ذکر ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زینی بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے ان کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحدیث۔ اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن الجوزی حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/۲۲۹

[2] ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

اطعمك وانت رب العٰلمین، قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذٰلك عندی یا ابن اٰدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف[1]

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے۔ فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثم اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بر موضوع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمنا فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہو جائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس کی ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنا لیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنے وہی ذکر کرتے ہیں پڑھے نہ چھوڑے فاعلموا وافھموا ان کنت تفھم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال و اعتقاد ثبوت میں تو بغرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ؏

ما علی مثلھم یعد الخطاء

افادہ بست و نہم[29] (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ گنجایش، بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف و اختراع مشایخ کو ہمیشہ گنجایش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتب ائمہ علماء و مشایخ و اساتذۂ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا

---

[1] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۸

باتوں سے ماورا ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[عہ]:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہاے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن و یا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و حادیث نفس می نشاند آہ ملخصا۔

اعمال تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطبا، قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور دوجانے کی طرف لگانا اور یا نور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے اھ ملخصا۔

اسی میں ہے[عہ]:

چند نوع کرامت از ہیچ ولی اللہ ما شاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقے و اعمال تصریفیہ و تا عالم بفیض نفس او منتفع شود آہ ملتقطا۔

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الا ماشاء اللہ جدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ، کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور انہیں میں سے ظہور تاثیر، دعا، دم اور اعمال تصرفیہ میں برکت یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطات۔

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور ان کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، درد سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسماے اصحاب کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر ان کے لکھنے کو آسیب کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہاے مکان میں گاڑنا، عقیقہ کے لیے

[عہ] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

[عہ] ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

---

[۱] و [۲] ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، استقرارِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا لٹکانا، عورت کے قد سے ناپنا، جن کر کے گرہیں لگانا، دو دونہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفع تعوذ کو چھری سے دائرہ کھینچنا۔ کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عامل وساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گرہ ڈورا لینا اس پر ہشت بہشت کیا کیا الغضب لا غیر معلوم المعنے پڑھنا قتلاع التجا خدا ان سے کرنے سے اسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم لکھ دینا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص قرار ہوا اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف سے ماسے، یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اس سے روشنیِ بصر کی امید رکھ کر اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور، کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو یہ بات ہے کہ اس نامِ پاک سے عداوت محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا دلوں کی دبی آگ بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

یہ سب ہوکار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقرب رب العلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و شائستہ آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جاننا باعث ثواب تقرب رب الارباب ماننا ان پہلی حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا ما لیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ

من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیلہ فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۱۲ میں مذکور، اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا علاج کافی و علیج وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا تصنیفات شریفہ و تالیفات منیفہ اعلیحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف الصالحین سیدی ووالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالی عنہ واجزل قربہ منا اور بقدر حاجت باجمال وجازت رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور، والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی السید النور وعلی آلہ وصحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ تسلیم (ہم تو مستحب ہی کہتے ہیں مگر طائفہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین حتماً سنت ہے) **اقول** ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور ہر ملت حقیقت مستقر و مکین ہوا وللہ الحمد حمدا علی ما اولی من نعم لا تحصی (اسی کے لیے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ، انکی مذہب بھر کی خرابی گذر جانا کر تعجب، اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

؎ گر براند نرود ور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا
نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال تسلیم القلبی وبصیر العینی عجیب وغریب معنے تراشے کہ بدعت کی لمبی حدیث کے تمتے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے اپنی جانیں واریں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم علم کو صدقے اتاریں خادمان شریعت چاکران ملت ما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

آباؤ اجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادِ علمائے ع۱ کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابلِ قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور ہو اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث ع۲ عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرطِ مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن وغیرہ نہ ہو جائے۔ حدیث ع۳ ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے علما نے جتنے ع۴ اعمال کو بہ نظر ورودِ احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن وغیرہ ہو گئی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن وغیرہ ہیں بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

ع۱ اقوال قبول ضعیف کہ کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے مثلاً لیلۃ الجمعہ شب برات عیدین کے صدقے میں کون سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہاں اعلام ان کے آنے کا ہے یہ بات ظاہر کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل اب حدیث صوم رجب و صلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے اھ ملتقطاً ۱۲ منہ (م)

ع۴ اقرار مصنف ہے کہ فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض اکیلا و ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے صاف کہ ان امور میں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المحتار رد ارتقی الی مرتبۃ الحسن ط اقول لکن ھذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارساله او تدلیس او جهالة الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبه فلا انتھی ملتقطاً

درمختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اسی طرح حدیث مرتبۂ حسن تک ترقی کر گئی ہے طحطاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوءِ ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

۱؎ براہین قاطعہ مطبع لے بلاس ساڈھورہ ص ۹۸

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں معاً اگرچہ بیشتر ہوں خواہ مواعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ واہلبیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور غیر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر قطعی الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اس میں صحاح آحاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح جیسے ذکر ثواب خصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء تو مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن وغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۹۰ تک

ان محدث نے یہ قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تخمیس تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے ورنہ توقع مواخذات پر بندے سے لگا دیجیے نہ آپ کا کہیں [illegible] کچھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن وغیرہ کہئے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اسی جواز کو خواہ اسی حدیث سے مستفاد مانیے کہ حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح اتقائے شبہات واحادیث مذکورہ افادہ ۱۰ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی

عہ شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے، صہ ۹ یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا صہ ۹۷ اھ بالالتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لـہ یہاں سے تا عہ مطبع نے بلا اسقاط صہ ۹۹

طرح داخل ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر ارشاد ہوتا ہے 3

"مؤلف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے ان قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی و کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو، خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ جمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گی اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مؤلف اور اس کے اشیاع نے [illegible] ساتذہ جہانبدی کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اسی وجہ کو اس کتاب میں ضرور لکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو الخ۔"

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت۔ رکن پسیں پر قیامت گزر گئی۔ بیچارے طائفہ کی برسوں کی مالا جپے جپی جپی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا نہ کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ ہو بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہرگز نہ کیا ہو بلکہ اس جنس کا بھی کوئی کام نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً و دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں۔

طائفہ بھر کے خلاف آپ سچ کہتے ہیں
بحمد اللہ اسے جیت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرون ثلثہ کی وہ بحث ستے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں کی بنا دیے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا صورا بگاڑ لیجئے، معنی کی بنا اس پر ہو گی جب ذہن میں وجود سے موجود نہ عدم سے تو زبان پھر اُن کا قدم

؎ براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع بلاسا واقع ڈھورہ ص ۲۰-۲۱

کیا در میاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی ہے ارشاد شارع محال کہ کیا صحابہ و تابعین پر کوئی نئی 37
شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی 37
موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن و دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ رد و قبول کریں گے اباحت سے وجوب یا کراہت ادنیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف مذکور و شرم باختہ کو انگل رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو لکھی تحقیق کہہ گئے ہیں بر جائیں گے تم جز کے ایسے ہی تھے چلو سے

شرم کیجے تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت۔ اب تیسری شق کی کون سی صورت تمام اعمال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرع کافور ہو گئے، اساتذہ جہابذہ سے سنی تو ایسی کہ دونی انوکھی نکلی لکھی ہی ہستی پر بیچارہ وجود کر دے کو اس کی ہوا نہ دو، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی ہو تو تمیں الحق کا صاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بخشے تلامذہ خوب تعلیمیں تھے اساتذہ سے

او ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا معتقدہ عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت جدیدہ، پرانوں کی سنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کر ٹھہرایا جانا طائفہ بدعت حالہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ مقولہ مقرر شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ اس سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ آپ خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طریقے کے لیے تو یہیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ المھیمن	اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
المتعالی والصلاۃ والسلام علی ذی الافضال	تعریف اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دم،

وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔

اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جو صاحبِ فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین

حکمِ اخیر و خلاصۂ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب مندوب وامیدگاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب جو کتبِ علماء وعمل قدماء وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمید وار حسنِ ظن وصدقِ نیت باعثِ فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ وممنوع وبدعت مانے جہل وخطا ہے علمائے کرام مقتدایان دین جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بدمذہب کا رد اور اس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی عہ منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما نبہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ[1]۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل۔

والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام آمین۔

تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور افضل صلوٰۃ اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم وسربراہ پر جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل واصحاب پر جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منثورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بارِ آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقیہم عن الشرور ولقیہم بالسرور (جو شر سے دور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے مُہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر ووقی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) واہتمام تمام مولانا المکرم مولوی محمد عزالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عز الدین

عہ یہ لفظ یہاں عجب لطیفہ واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

ل کلہ روحہ اسقیہ وآخرین کلہم فی المیاہ ۱۲ منہ (م)

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱

وعمر به عمران الدین المتین (اللہ تعالٰی انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) و وجاہت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بهما المولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا، اس کا منتفیض سے مضامین کثیرہ کا نقد و افادہ ملتواز ہوا، اور اُدھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها[1] (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کیا اُدھر تعجیل، ادھر ورود فتاوٰی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض زوائد ماضوی کی تجدید ہو گئی، بعض نے نظر یا خاطر میں وقت غائب میں تکمیل کی سوجھ کہ سیارہ جیسے بدیعہ حرکت بعیدة القطع بعید کا تارک مستقیم کا طالب ہے، الحاق باقی مراقی ماضیہ سے متیسر، اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتّی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاءً بہم یہ فوائد منثورہ بطور تتمہ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں، فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔)

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا ضیاعت حق غیر خواہ مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوه اندیشہ نہ ہو، فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عنداللہ بہتر و افضل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ صریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدۂ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اسی صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۰

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح معاندت شریعت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما حققنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلک یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی؟ فرمایا: دین۔ ت) فرماتے ہیں

لئن سلم تخصیصہ بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد، ولئن سلما التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔[1]

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان کثیر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں، اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت وجماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظنی اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قال لیست ھذہ المسألۃ یتعلق بھ

ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۹۶

عمل فیکتفی فیها بالظن الذی هو کاف فی الاحکام العملیة بل هی مسألة علمیة یطلب فیها الیقین[1]

میں دلیل ظنی کافی ہوجائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں)۔ افادہ ۲۲ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید ضعیفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب اباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات معضلات و بے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق مبین، آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المؤمنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر سرے سے کذب و واحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور ان سے قرآن عظیم وارشادات مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماع اُمت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ اُنھیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع من الموقف السادس فی السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۲

نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فانہ قد ثبت متواترا۔[1]

ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ متواتر ثابت ہے۔ (ت)

حاشا للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سیدنا ومولینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل میری جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمۂ ملت ناصحان امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمے سے غنی اور کلمات ائمہ دین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ،

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مر ایشاں را حق است مرکسے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلۂ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف و منازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ درگذشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلۂ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے دعا وطلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنے والا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

---

[1] احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ، اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/۲۵

قوادح و زلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب و افتراست و طلب کردن ورا آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب مخارج و عدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و حمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست و ماورائے آں ظنی است و کافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزیدہ ایشاں را برائے صحبت حبیب خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و طریقہ اہل سنت و جماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لا نذکر احدا منہم الا بخیر (ف) و آیات و احادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی ست اھ مختصرا۔[1]

اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین جاہل راویوں اور گمراہ و غلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بڑی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردے اور ان کے ڈھنگلا جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات و مشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی صحبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا ہے اہل سنت و جماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس مسئلہ میں کافی ہیں اھ مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں، ما نقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب[2] (مورخین کی نقلیں قلت حیاء وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان سے کہ اجلۂ تبع تابعین سے ہیں عبید اللہ قواریری نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا[3] (بہت سا جھوٹ لکھو گے)، ذکرہ فی المیزان عــہ (اس کا ذکر میزان میں

عــہ فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال
اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

ف: مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں "و آیات" کا لفظ نہیں ہے

---

[1] مدارج النبوۃ وصل در توقیر حضور و اصحاب وے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/ ۲۰۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۶۹

ہے ۔ تفصیل اس بحث کی اُن رسائل فقیر سے لا جائیے کہ مسئلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں ؛

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ہذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و در سیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ و حدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اشتلم گوش باں نمی نشنید ؎۱

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہ کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو ہرگز قابل سماعت نہیں ۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماله عندی ذنب الا ما قمّش فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری این تذہب، قال الی وہب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ؎۲ منہ (م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دیے ہیں ۔ فلاس نے کہا میں نے یحییٰ قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے ، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

؏ اقول یعنی در امثال ایں تا باب احکام اما دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

اقول یعنی یہ مثال متقدم تا باب ـــــ میں ہے اس کے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو (باقی بر صفحہ آئندہ)

؎۱ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

؎۲ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۶۹

فائدہ ۲۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھئے جو حدیث ان پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اس کے بارہ میں کلمات علما تین طرز پر نقل کیے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا بیان کیا۔

والآن اقول یہی مذہب فقیہ نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا: ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی تم دیکھ چکے کہ شخص و سند کا مدار حدیث حدیث سے تفرد بھی یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں ملی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوڑی گھڑی گئی اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالٰی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ، اگرچہ بے سند است جا کردہ افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب در چو مقام بسیار آن روایات بے سند استناد کردہ است کما لایخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق دریں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری جگہ بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقامات میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کردی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم پر جُھوٹ بنائی گئی ہو۔ علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[1] (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے:

شر الضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[2]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق۔[3]

موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزھۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان و مطلقہ لایراد بہ الا المکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان اطلقت ما فی مقدمۃ کما ھو ظاھر کلام احوذیت ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴

[2] الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام طبری بیروت ۱/ ۲۹۳

[3] ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ ۱/ ۱۳

من ثبت عنه تعمد الكذب في الحديث و ان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابدا، فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين هذا لا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم بالوضع والافتراء بحكم غلبة الظن اھ ملخصا[1]

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمداً جھوٹ ثابت ہوجائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی۔ تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت ومعلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع وافترا کا حکم ظنِ غالب کی بنا پر ہوگا، اھ ملخصاً (ت)

اقول محلِ تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمعِ دنیا یا تائیدِ مذہبِ فاسد یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو ظنِ غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرضِ فاسد نہ ہو اور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر یہ ہر جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظنِ غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدانِ سلیم اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام اجل شان محمد بن اسمعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحیٰی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجه ابن عدي عن ابي بشر الدولابي و عنه على التقصي من هذا في الميزان بقوله قلت ومايدري هشام بن عروة فلعله سمع منها في المسجد اوسمع منها وهو صبي او دخل عليها فحدثته من وراء حجاب فاي شيء في هذا وقد كانت امرأة قد كبرت واسنت اھ[2]

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہوجاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہوچکی تھی (صاحبِ فتنہ نہ تھی) اھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی اعداد الا مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/ ۲۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۷، محمد بن اسحاق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۰

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی

محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افبمثل ھذا یعتمد علی تکذیب رجل من اھل العلم ھذا مردود ثم قد روی عنہا محمد بن سوقۃ۱؎

اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ النقدۃ ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لہم ولقد نری قوما من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ما ھو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدو لنا احتمالات شتی لعل الامر کذا اوکذا وھی جمیعا مندفعۃ عندھم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ صحیح مسلم وقال ھنا قاعدۃ ننبہ علیہ ثم نحیل علیہا فیما بعد ان شاء اللہ تعالٰی وھی ان عفان رحمہ اللہ تعالٰی قال انما ابتلی ھشام (ھو بن زیاد الاموی) یعنی انما ضعفوہ من قبل ھذا الحدیث کان یقول حدثنی یحیی عن محمد ثم ادعی بعد انہ سمعہ من محمد وھذا القدر وحدہ لا یقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد

پھر کہا: کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت کی ہے۱؎

اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہیں کیا مگر وہ سبب جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے تو ہمارے لیے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے شاید یہ ہو، یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں اگر اللہ تعالٰی نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی، مبتلا ہوئے) یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحیٰی نے محمد سے بیان کیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱؎ میزان الاعتدال ترجمہ ۷۰۱۰ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۱

عن ابی داود سلیمٰن بن داود قال قال یحیٰی القطان

وہ کہتے ہیں مجھے ابوداود سلیمٰن بن داؤد نے بیان کیا کہ یحیٰی القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیه فحدث عن یحیٰی عنه ثم ذکر سماعه من محمد فرواه عنه ولکن انضم الی هذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فیه المبرزین من اهله العارفین بدقائق احوال رواته انه لم یسمعه من محمد فحکموا بذلك لما قامت الدلائل الظاهرة عندهم بذلك وسیاتی بعد هذا اشیاء کثیرة من اقوال الائمة فی الجرح بنحو هذا وکلها یقال فیها ما قلنا هنا والله تعالٰی اعلم[1]۔

وقال بعد ذلك معنی هذا الکلام ان الحسن بن عمارة کذب فروی هذا الحدیث عن الحکم عن یحیٰی عن علی وانما هو عن الحسن البصری من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وان کان یحتمل کونه جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلك بدلائل قطعیة یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی کل هذا[2] اھ۔

پھر بھول گئے ہوں پھر ہشام نے یحیٰی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیٰی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے واسطے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق احوال پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہوگئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے بیان کردی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیٰی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کی مثل اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہٰذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] شرح صحیح مسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ۱/۱۴

اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب، قلت وما یدریك؟ قال قال لی وهیب، فقلت لوهیب وما یدریك؟ قال قال لی مالك بن انس، فقلت لمالك وما یدریك؟ قال قال لی هشام بن عروة، قلت لهشام بن عروة وما یدریك؟ قال حدث عن امرأتی فاطمة بنت المنذر، وادخلت علی وهی بنت تسع وما رآها رجل حتی لقیت الله تعالٰی۔[1]

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا، میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا، میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے، درآں حالیکہ شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہوگیا۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما قولك افبمثل هذا یعتمد، قول فتراه هؤلاء الائمة الجلة اما علم لتشهدون جزافا من دون ثبت ثم هذا کله انما ذکرته لیعرف ان الذهبی کیف یحتال للذب عن قدری امره قد ظهر واذا وقع بعض اشعری او ولی لله عزوجل صار لایبقی ولا یذر کما بینه تلمیذه الامام تاج الدین السبکی رحمه الله تعالٰی فی الطبقات والافانا راجع عند علمائنا ایضا هو توثیق ابن اسحٰق کما سنذکره ان شاء الله تعالٰی۔ والله تعالٰی

اعلم ۱۲ منه (م)

[illegible] مثل هذا یعتمد؟ **اقول** یہاں عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے، یہ تمام اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیسا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمہ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحٰق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۱
[2] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ محمد اسحٰق دارالفکر بیروت ۶/ ۲۱۱۶

امام بخاری[عه] جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیقِ ابن اسحٰق[عه۲] ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں:

رأيت علي بن عبد الله يحتج بحديث ابن اسحاق وقال علي عن ابن عيينة ما رأيت احدا يتهم محمد بن اسحاق (الى ان قال) ولو صح عن مالك

میں نے علی بن عبداللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

[عه] نقله الزيلعي في نصب الراية قبيل كتاب الخنثى ۱۲ منه (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثیٰ سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

[عه۲] ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیرِ مسئلہ مستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثيق ابن اسحٰق هو الحق الابلج وما نقل عن كلام مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو امير المؤمنين في الحديث وروى عنه مثل الثوري وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وابن علية وعبد الوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معين وعامة اهل الحديث غفر الله تعالٰى لهم وقد اطال البخاري في توثيقه في كتاب القراءة خلف الامام له وذكره ابن حبان في الثقات وان مالكا رجع عن الكلام في ابن اسحٰق واصطلح معه وبعث اليه هدية ذكرها[1] اھ ۱۲ منه (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وُہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہلِ علم کے ہاں قابلِ قبول نہیں، یہ کیسے ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبدالوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدمِ توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] حاشیہ فتح القدیر فصل فی استحباب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰۰

تناوله عن ابن اسحاق فلربما تكلم الانسان فيرمي صاحبه بشيء واحد ولا يتهمه في الامور كلها[1] الخ

محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں،

قال الزركشي في نكته على ابن الصلاح بين قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فان الاول اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم وهذا يجيء في كل حديث قال فيه ابن الجوزي لا يصح ونحوه قلت وكان نكتة تعبيره بذلك حيث عبر به انه لم يظهر له في الحديث قرينة تدل على انه موضوع غاية الامر انه احتمل عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق متروك او كذاب وهذا انما يتم عند تفرد الكذاب او المتهم على ان الحافظ ابن حجر عد هذا في النخبة باسم المتروك ولم ينظمه في سلك الموضوع[2]۔

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے لا یصح کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے ہیں

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیۃ صاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۴۱۹

[2] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰

وضیع وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبۂ ظن ہوتا حکم بالوضع 38
سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبۂ ظن کافی اور بلا شبہہ حجت شرعی ہے۔ 48

اقول والاشارۃ فی قولہ خص ھذا

اما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانما عرفہ بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ما ظھر لی والحمد للہ الواحد العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں

اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک عین موضوع ہے کیونکہ انہوں نے تو موضوع کی تعریف یہی کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا،

ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہٰذا غور و فکر کرے، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمدللہ اب بوجوہ کثیرہ اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اُس کے لفظ صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح توجیہات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا قضیہ تخریج حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشیید کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا وجھرا فقد حقق ما رجانی واحدث امرا (تمام خوبیاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک بھی مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے وجہ نہیں ظاہر ہے کہ خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فانہ حسن وجیہ ولم ار لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کرلیجئے۔ ت)

فائدہ ۴: (مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا جرح (بان له راويا) واحدا (فقط) دون غيره (وهو مجهول العين باصطلاح) كسمعان ليس له راو غير الشعبي فان المناط العدالة و الضبط لا تعدد الرواة وقيل لا يقبل عند المحدثين وهو تحكم اھ مختصرا۔[1]

اس میں جرح نہیں کہ (اس کا راوی) فقط ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجہول العین ہے، مثلاً سمعان ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت اور ضبط ہے راویوں کا متعدد ہونا نہیں بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔

تنبیہ: (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اسی سے مراد مجہول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام[عہ] میں فرماتے ہیں:

جہالۃ العین وھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق۔[2]

محدثین جب مطلقاً مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵: (تائید و توثیق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے ورود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت ہیں، یہیں کے روشن نشان کے پتے دیے۔ سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۴۹

[2] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۵

ایسا معمول و مقبول مانا کہ احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسہیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر[1] اھ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ و حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین ابن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل و مناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ اس ماہر حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہی)۔ **اقول** جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص نظر بکسی اور وجہ کے اس کو مستلزم ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۱۹۷

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کا مرفوع اور فعل کا مشروع ہونا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جب نا ملی تنہا تو یہ دو مستفید ہوگئی اگرچہ ہر قابل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ مشککین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از بحث اس قسم کے ترجیح و تضعیف کی رٹ لگا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں ان سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا، یونہی فقیر نے آخر نکتہ عدیدہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات۱۲ میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا ملخصاً۔

فائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ - حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول)، افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو، اس کی ایک اور نظیر تنبیہ علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال ینبغی[عہ] ان یجعلها حیال احد حاجبیه لما روی ابوداؤد من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعله علی حاجبه الایمن او الایسر ولا یصمد له صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل وبجہالۃ ضباعۃ، لکن ہذا الحکم مما یجوز العمل فیه بمثل ہذا، لانه من الفضائل[1] اھ باختصار

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے ہو، ایسا ہی جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اسی کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ اواخر کتاب الصلوٰۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

[1] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمرو یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارہ سترہ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا۔[1] اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیئا نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجیئ الا من ھذا الوجہ۔[2] ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بایں ہمہ ائمہ و علمائے مذکورین

عـــہ: قلت فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار قد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد وابن حبان وغیرھما لہ، وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہا من قولہ و یظھر ان الاشبہ اھ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرھم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لما قدمنا فی التنبیہ ۲ امنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)۔

حلیہ پھر رد المحتار میں ہے کہ اس کی تضعیف کی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض ہے اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آ رہے ہیں یعنی "وان یظھر ان الاشبہ" اھ اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت بھی فرض کر لی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف بھی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اس میں منع بے ضرر ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ امام ابن حجر مکی سے منقول:

قال البیہقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی۔[1]	امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔(ت)

حلیہ میں فرمایا:

یظھر ان الاشبہ قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنۃ اولٰی بالاتباع۔[2]	اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول "اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی" اشبہ و مختار ہے۔ اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ لائق اتباع ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

من جوزہ استدل بحدیث ابی داؤد وتقدم مافیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مر انفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع۔[3] اھ ملخص	جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اھ ملخصا۔(ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

ان سلم ان الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع مافیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ۔[4]	اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے عمل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جن پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔(ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۴۴۶

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۵

[4] 〃 〃 〃 〃 ص ۳۶۹

ردالمحتار میں ہے:

یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الہمام والسنۃ اولٰی بالاتباع اھ[1]۔

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا: "اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے" یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اسی بنا پر امام ابن ہمام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اھ۔

تنبیہ (فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ ہیں نہ صرف ثواب اعمال، ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۱۲ میں ذکر کیا تھا کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے ۱۲ منہ)

فائدہ ۶ (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں، عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ ایسے مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ ۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب جماہیر علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول بل قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجۃ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ھذہ ضعفاء ما نصہ: واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغہ درجۃ الحسن والا فالندب وفی ذلک تامل[2] اھ مختصرا رحمہ اللہ تعالٰی

اقول بلکہ امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیث بزار ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقع پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پاچکی ہے اور اگر نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تامل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے سنیت

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۱

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان الضعيف لا يفيد الاستنان ولك ان تقول ان السنة ربما تطلق على المستحب وعكسه كما صرحوا به فيتجه كلام الشامي والقاري وبه يحصل التوفيق بين الروايتين عن علمائنا في المسئلة اعني مسئلة الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفى نفى الاستنان وقد كان متأيدا بما في الحلية هل ينوب الخط بين يديه منابه فعن ابي حنيفة وهو احدى الروايتين عن محمد انه ليس بشيء اي ليس بشيء مسنون ولو انه زاد بعده بل فعله وتركه سواء انتهى ففيه بعد بعيد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علماء سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟ تو امام ابوحنیفہ سے ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شَی نہیں یعنی سنت نہیں اور کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے۔ اھ اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ متعلقہ افادہ ۱۰ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۰ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد ونسائی:

امرأة اتت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ومعها ابنة لها وفي يد ابنتها مسكتان غليظتان من ذهب فقال اتعطين زكاة هذا قالت لا قال ايسرك ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوارين من نار قال فخلعتهما فالقتهما الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فقالت هما لله ولرسوله[1]

پہنائے آگ کے کنگن پہنائے۔ اُن بی بی نے کنگن اتار کر ڈال دیے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

جیسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے)، امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا اسنادہ لامقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں)، محقق علی الاطلاق نے فرمایا لاشبھۃ فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں)، امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا لایصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہیں)، امام منذری نے فرمایا لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکرھما والا فطریق ابی داؤد لامقال فیہ[6] (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا

انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح[7]

انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔

ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ۔

اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور حدیث ردّ شمس کہ حضور پُرنور سید الانوار ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] سنن ابی داؤد باب الکنز ما ھو و زکوٰۃ الحلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸

[2] فتح القدیر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[3] " " " " " " ۲/۱۶۴

[4] " " " " " " ۲/۱۶۵

[5] جامع الترمذی باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

[6] فتح القدیر بحوالہ المنذری فصل فی الذہب " نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[7] " بحوالہ ابن القطان " " " ۲/۱۶۴

وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا کی جسے امام طحاوی وامام قاضی عیاض وامام مغلطائی وامام قطب خیضری وامام حافظ الشان عسقلانی وامام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن وصحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء وشروحہ و المواھب وشرحہ (جیسے شفاء اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ ت)

علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں

اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع[1]۔

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

امام تو شیخ امام شیخ الاسلام عمدۃ محکم مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن[عہ] علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب منظم الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والسلام میں فرماتے ہیں۔

ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ[2]۔

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ خفیفہ : (لطیفہ جلیلہ خفیفہ جان پر لاکھوں کا پہاڑ) ابوداؤد ونسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م)

باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے، جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ ردشمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/ ۱۳۲

[2] شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا، صحیحین یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی:

یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے صدقہ کردوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موافق فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں کہ اللہ و رسول نے دولتمند کردیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول بالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دوہائی، اللہ [illegible] کی آرزو، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی دات سب کے ہاتھ پیچھے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے جِلا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

عہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ۲ تا عہ۱۱ جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

عہ۱۲ تا عہ۱۳ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ تعالٰی لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۷۵/۲

حضورؐ کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضورؐ کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے اولیا کے سبب مینہ اترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں گرد سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ رسالہ یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب، مرزا جانِ جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے۔ غرض وہابی مذہب پر شرک امورِ عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر رب جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبد العزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں۔ وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے۔ زور گھنگور شرکوں کا شور، سارا جہان شرابور، پور کی قید نہ ماس پر تیوہار، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماس جاری ہے ؎

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جزء سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذٰلک من فضل اللّٰہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[1] رب اوزعنی ان اشکر

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اے میرے رب مجھے اس

عہ و عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

[1] القرآن ۱۲/۳۸

نعمتک التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صالحًا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین[1]، والحمد للہ رب العٰلمین۔

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ ۹: (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی بن سعید قطان و عبدالرحمٰن بن مہدی کوفی اور انھیں سے ہیں امام شعبی و بقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن و سلیمٰن بن حرب و مظفر بن مدرک خراسانی و امام بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثنی ابو جعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالک بن انس (فذکر الحدیث قال) و سألته عن رجل اخر فقال هل رأیته فی کتبی قلت لا قال لو کان ثقة لرأیته فی کتبی[2]۔

ابو جعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

ھذا التصریح من مالک رحمہ اللہ تعالٰی بان من ادخلہ فی کتابہ فھو ثقة فمن وجدناہ فی کتابہ حکمنا بانہ ثقة عند مالک وقد لایکون ثقة عند غیرہ[3]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۶/ ۱۵

[2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[3] شرح صحیح مسلم النووی " " " " " " " ۱/ ۱۹

میزان میں ہے :

ابراہیم بن العلاء ابوھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ۔[1]

اسی میں ہے :

عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبۃ لایعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد۔[2]

اقول لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت منہ؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث یعنی حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن امہ انہا قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان[3] ولک ان تتفصی عنہ بان السماع شیئ والتحدیث شیئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجہین وسنذکر اخر ھذہ الفائدۃ ان

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور کہا اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں۔ (ت)

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ نہ بولیں۔ میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۴۹

[2] " " " ۴۷۲۴ عبدالاکرم " " " ۲/ ۵۳۲

[3] " " " ۱۵ ابان ابن ابی عیاش " " " ۱/ ۱۱

الامام ربما حمل عمن شاء، فاذا حدث ثبت نعم لعل الصواب التقیید بمن حدث عنه فی الاحکام دون ما یتساهل فیه لما تقدم فی الافادة الثالثة والعشرین من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر[1] کما نقله فی المیزان وفیه ایضا فی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجهول بالنقل قلت شیوخ شعبة نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال ابو حاتم شیخ[2] **قلت** وهذا لا یضر فقد یکون الرجل ثقة عند وعند غیره مجروح او مجهول حتی ان من شیوخه الذین ووثقهم وصرح بحسن الثناء علیهم جابر بن یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتهم قال الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه ما رأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی[3] وکذلک کذبه ایوب وزائدة ویحیی والجوزجانی وترکه القطان وابن مهدی والنسائی وآخرون۔

یہ ہے کہ سند ضائع اور مشتبہ ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے مستعمل ہے مختصر یہ کہ ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ امام شعبہ کبھی جس کا چاہے روایت لیتا ہے تو جب حدیث بیان کرے تو اس پر ثابت قدم رہے۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تئیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اسی میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے —— میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ —— **قلت** یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک شخص کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۳/ ۵۵۸

[2] ″ ″ ″ ۷۸۲۲ محمد بن عبد الجبار ″ ″ ″ ″ ۳/ ۶۱۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی ″ ″ ″ ″ ۱/ ۳۸۰

شفاء السقام شریف میں ہے:[1]

احمد رحمه الله تعالى لم يكن يروي الا عن ثقة وقد صرح الخصم (يعني ابن تيمية) بذلك في الكتاب الذي صنفه في الرد على البكري بعد عشر كراريس منه قال ان القائلين بالجرح والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثاله[عہ]

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحییٰ بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

خارجة بن الصلت البرجمي الكوفي روى عنه الشعبي وقد قال ابن ابي خيثمة اذا روى الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحتج بحديثه[2]

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تدریب میں ہے:[3]

من لا يروي الا عن عدل كابن مهدي ويحيى بن سعيد[عہ] اھ اقول ولا ينكر عليه بما في الميزان عن عباس الدوري عن يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لو لم اروِ الا عمن ارضى ما رويت الا عن خمسة اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اھ اقول اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے انہوں نے یحییٰ بن سعید کے واسطہ سے روایت

عہ في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲ منه (م)

عہ في ترجمة اسرائيل بن يونس ۱۲ منه (م)

---

[1] شفاء السقام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۲۰۴ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/ ۷۵

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۶

فان رضى يحيى غاية لا تدرك وكيف يظن به
ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما
المرضى له جبل ثبت شامخ راسخ لم يزل ولم
يتزلزل ولا قلق حرف ولا مرة ۔

کی ہے کہ اگر میں کسی شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے
میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت
کرتا ہوں اور یحییٰ کے راضی ہونے کی غایت و مقصد
معلوم نہیں اور پھر ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا
ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند مضبوط، مستحکم اور مضبوط ہو، نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے :

سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی
قال ابو حاتم امام من الائمة کان لا یدلس و
قال ابو حاتم ایضا کان سلیمن بن حرب
قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیته قد
روی عن شیخ فاعلم انه ثقة اھ ملتقطا

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشحی کے بارے میں
ابو حاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے سو جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطا (ت)

تقریب التہذیب میں ہے :

مظفر بن مدرك الخراسانی ابو كامل ثقة
متقن كان لا يحدث الا عن ثقة ۔

مظفر بن مدرک خراسانی ابو کامل ثقہ اور پختہ ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے (ت)

نافعہ جامعہ : امام سخاوی فتح المغیث[عہ] میں فرماتے ہیں :

تتمة من كان لا يروى الا عن ثقة الا فی النادر
الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر، وہ امام احمد ،

عہ فی معرفة من تقبل روایته ۱۲ منہ (م)
جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۴/۱۸۰ و ۱۸۱
سلہ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۳۴۸

وسلیمٰن بن حرب وشعبة والشعبی وعبدالرحمٰن بن مھدی ومالک ویحیٰی بن سعید القطان و ذلک فی شعبة علی المشھور فانہ کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبة یقول لو لم احدثکم الا عن ثقة لم احدثکم عن ثلثة وفی نسخة ثلثین وذلک اعتراف منہ بانہ یروی عن الثقة وغیرہ فینظر وعلی کل حال فھو لا یروی عن متروک ولا عمن اجمع علی ضعفہ واما سفین الثوری فکان یترخص مع سعة علمہ وورعہ ویروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ شعبة لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانہ لا یبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیٰی بن سعید لا تکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانہ یحدث عن کل احد[1]۔

یحیٰی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحیٰی بن سعید القطان۔ اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہٰذا غور و فکر کرلیا جائے۔ ہرحال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علم وسعت اور ورع و تقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفاء سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے واسطے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں۔ فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے واسطے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ماذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حملہ علی مثل ما قدمنا فی کلام یحیٰی کیف وان للثقة اطلاقا اخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مھدی قال حدثنا ابو خلدة فقیل لہ اکان ثقة فقال کان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اسی گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحیٰی پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و اخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

---

[1] فتح المغیث شرح معرفة من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۴۲ و ۴۳

وکان مأمونا وکان خیر الثقۃ شعبۃ وسفیٰن قال وحکی المروذی قال سألت ابن حنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقۃ؟ قال لا تدری ما الثقۃ انما الثقۃ یحیٰی بن سعید القطان[1] فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

کہتے ہیں کہ میں نے ابو خلدہ سے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحیٰی بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی؛ انھیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض متغیرین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفۃ لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایۃ مالم یشدد غیرہ علی ما عرف[2]۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے از لیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں بہت سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلۃ المبالاۃ فی الاخذ قد حدث من زمن التابعین ــــــ اخذ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت ھذا التوسع وقلۃ المبالاۃ فی

قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۴۴

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۱۵

الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعة یصدقون من حدثهم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن و ابو العالیة و حمید بن هلال ولم یذکر الرابع وذکره غیره فسماه انس بن سیرین[1] ذکره الامام الزیلعی فی نصب الرایة وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب، مرسلات مجاهد احب الی من مرسلاته بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات ابراهیم النخعی لا باس بها ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطاء بن ابی رباح فانهما کانا یاخذان عن کل احد[2] وقال الشافعی فی مراسیل الزهری لیس بشیء لانا نجده یروی عن سلیمن بن ارقم[3] ذکرها فی التدریب۔

اور یہی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ دارقطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے۔ اسی کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہیں۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شئی نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت و مراسیل الائمة الثقات

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

عه فصل زاقتص الرضو ۱۲ منه

---

[1] نصب الرایة لاحادیث الہدایة کتاب الطہارۃ واما المراسیل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۱/ ۵۱

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل " " " لاہور ۱/ ۲۰۳

[3] " " " " " " " " " " " " ۱/ ۲۰۵

مقبولۃ عندنا وعند الجماھیر ولا شک ان عطاء والحسن والزھری منھم وقلۃ المبالاۃ عند التحمل لا یقتضیہ عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسلہ الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالک الورع الشدید عظیم التشدید قدوۃ الشان یحیی بن سعید القطان وذالک الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول ما استصغرت نفسی الا عندہ وذلک الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعۃ الرازی وناھیک بھم قدوۃ اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا وجدنا لہ اصلا الا حدیثا او حدیثین واما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منھا، واما ابوزرعۃ فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجدت لہ اصلا ثابتا ما خلا اربعۃ احادیث[1] نقلہ فی التدریب۔

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطاء، حسن اور زہری ان میں سے ہیں، اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کرلیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع وتقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا، اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں، اور یہ تینوں سند کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لا یقتضی عدم الوجود فلربما فات یحیی لا واحدا او

قلت (میں کہتا ہوں) عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۰۳

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجدہ و فوق کل ذی علم علیم[1] ونقل فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن سبعین[2] اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

ذہلی ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد باری ہے و فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اسی کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ ستر سے مروی ہوتی ہے۔ اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی! فرمایا اے بھتیجے! تُو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہُوں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میں نے سُنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دَور میں ہُوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کرسکتا (اس لیے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام لیتا ہُوں) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فائدہ ١٠: (فائدہ ١٠ متعلق افادہ ٢٢ دربارۂ احادیث طبقۂ رابعہ) بعض سفہائے زمانہ نے احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال ہم بیان

---

[1] القرآن ١٢/٧٦

[2] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ٢٠٢

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ١/٢٠٢

وجہ افادہ ۴۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیر حدیث:

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔[1]	جو سات پھیرے طواف کرکے مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف۔[2]	جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ تعدد صفات، ثقات وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے تو اُن کی حدیث قبول نہیں ہوسکتی جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یونہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی وہم درجۂ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لا یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ اوسکتوا عنہ عند ظھور	راوی حدیث اگر فقاہت وروایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی

عـہ: مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ (م) معرفت العدالۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

[2] ایضاً

الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظھر شیئ منھم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ۔[1]

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو یہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری مشکلین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے دینی یا دیدہ و دانستہ مغالطہ دہی ہے تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لایصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو بحالہ ثقات کسی کو لاباس بہ کسی کو صحیحہ فلاں کسی کو صحیح فرماتے ہیں بعض حدیث تکمیل ابحاث انھیں میں ہے جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتھرۃ علی الالسن والصواب خلافھا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ[عہ] فیہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ لیس بثابت ح رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام او مؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع ح ما شھد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں کیا ہے حدیث "وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" یہ ثابت نہیں۔ حدیث "میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں" صحیح ہے

عہ اقول ھذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۴۹

ف: یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالہ کے لیے ص ۵۱۰ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدهما ضعیف عله فیه طلب العلم فریضة علی کل مسلم طرقها واهیة عله ح من اذی القریضة وعلم الناس الخیر کان خصمه له

خواب پر محمول ہے یا مؤول ہے اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گڑھی گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسناده کما قال المناوی جید ۱۲ منه (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

عله **اقول** بل صحیح من اعلی الصحاح لمالك والصحیحین وغیرهما عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما وللبخاری عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه مرفوعا قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ولابن حبان عن ابی سعید رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بها احدهما وفی الباب غیر ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منه (م)

اقول بلکہ یہ اعلٰی درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عله **اقول** والصحیح انه لاینزل عن الحسن کما بینته فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

على العابد الحديث ضعيف اسناده لكنهم يتساهلون
في الفضائل ح الوضوء على الوضوء نور على
نور لم يوجد[عہ۱] فيه مسح العينين بباطن
السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروي تجربة
ذلك عن كثيرين فيه الصلاة عماد الدين
ضعيف وصلاة التسبيح ضعيف[عہ۲] الدارقطني
اصح شیئ في فضل الصلوات صلاة التسبيح
فيه طعام الجواد دواء وطعام البخيل داء
في المقاصد[عہ۳] رجاله ثقات وفي المختصر منكر
في المقاصد[عہ۴] ماء زمزم لما شرب له ضعيف
لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث
لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد
لها دينها صححه[عہ۵] الحاكم مش، مق، مهر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفر ان میں سے کسی
ایک پر لوٹ آتا ہے' ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم
کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کے تمام طرق
کمزور ہیں۔ حدیث وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں
کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے۔
اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل اعمال
میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے'
موجود نہیں۔ اس میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے
کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں، اور بطور تجربہ یہ
عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا
ستون ہے یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلوۃ التسبیح
(والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل
نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

[عہ۱] بل اخرجه زنجويه وان قال المنذري ثم العراقي لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

[عہ۲] للحق انه حديث حسن صحيح لا شك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته و التفصيل في اللآلی ۱۲ منہ (م)

[عہ۳] **اقول** كذا قال السخاوي وبالغ الذهبي كعادته فقال كذب ۱۲ منہ (م)

[عہ۴] **اقول** بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه السخاوي وصححه الامام سفين بن عيينة والدمياطي والمنذري وابن الجزري ۱۲ منہ (م)

[عہ۵] رواه ابوداود وقال المناوي اسناده صحيح ۱۲ منہ (م)

بلکہ اس کی تخریج زنجویہ نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر
عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں
کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں
اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح سخاوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی
عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹ ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی
اسناد کی بنا پر حجت ہے، سخاوی نے اسے حسن کہا،
امام سفین بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے
اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوداود نے روایت کیا اور سخاوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

لا يدرى اوله خير ام اٰخره موضوع [عـه] في الوجيز انا وابوبكر وعمر خلقنا من تربة واحدة فيه مجاهيل قلت له طريق اٰخر وله شاهد في اويس حديث في ورقتين قال ابن حبان باطل تمام الوقت اولى فان لم نطق فقعيدة لا باس ببعضها ح من اخلص لله اربعين يوما سنده ضعيف وله شاهد ح يكون في اٰخر الزمان خليفة لا يفضل عليه ابوبكر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الى هنا ما في التذكرة [لہ] ملتقطا۔

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لیے ہے جس کی خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالٰی ہر سَو سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اویس جو دو ورق پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اسکی بعض سندیں ہیں۔

عـه **اقول** هذا عجيب بل اخرجه احمد والترمذي في الجامع عن انس رضي الله تعالٰى عنه وحسنه وفي الباب عن عمران بن حصين رضي الله تعالٰى عنه اخرجه البزار وقال السخاوي بسند حسن وفيه عن علي وعن عمار وعن عبد الله بن عمر رضي الله تعالٰى عنه وقال ابن عبد البر انه الحديث حسن وقال ابن القطان لا نعلم له علة قال السخاوي اسناده جيد ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس باب میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس باب میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ سخاوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

[لہ] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الحسن، نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۰ تا ۵۱۹

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمان کا ابطال و ازہاق) **اقول** وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی تفتیش اور بعض قاصرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرکوز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کتابت ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین و جماہیر فقہاء و فرق فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل، اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضال یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ ما یرویہ تابعی التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلک ما یرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عن ابی بکر و عمر وغیرہما غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینہم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالک "بلغنی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للمملوک طعامہ وکسوتہ" الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے۔ ابو نصر السجزی حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا اوکذا" ونحو ذٰلک کلہ من قبیل المعضل لما تقدم وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذٰلک علی مذھب من یسمی کل مالا یتصل مرسلا کما سبق ۱ اھ باختصار۔

کو محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہاء اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنھوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصاراً (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد ۲

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل ۳ (اگر راوی سند ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال علیہ) وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلٰوۃ (والسلام کذا) وعند اھل الحدیث فالمرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ واصحابہ وسلم کذا، والمعلق ما رواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول ۴ اھ مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یوں فرمایا اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے۔ اور اہل اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصرا (ت)

---

۱ مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر المعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۰

۲ توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۳۰۲

۳ حاشیۃ التوشیح مع التوضیح

۴ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

پھر بحمداللہ علمائے محدثین وفقہا سب اقوال نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول، جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور انھیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلانکیر منکر مراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسامحت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں وسط میں بعضے طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر۔[1]

امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کردیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں جیسا کہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلطائی سے ہے:

مثل ذٰلک فی کتاب البخاری[2] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرہما۔[3]

امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنا پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)

اسناد کے سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے متقنین تابعین مراسیل

عہ فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م) مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی الثانیۃ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰
[2] " " " "
[3] " " " "

مراسیل بھی مسانید کر اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثر میں بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودہا لو کان لہا اجنحۃ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) مراد اخذ دربارۂ عقائد و احکام ہے۔

فلا الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتعاکس دون ما جمعوا اھل التساھل فیہ۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء[2] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر محل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات حکم جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پھر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسام اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء ماشاء کا احتمالی احتمال، ولہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل و دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کرکے فرمایا:

لم یظہر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ[1] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

[2] صحیح مسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا،

اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قُہزاذَ، سمعت ابا اسحٰق ابراہیم بن عیسٰی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ابا عبد الرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لہما مع صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شہاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیہا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لیے روزہ رکھے، فرمایا تو عبد اللہ نے کہا اے ابو اسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے؟ میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، تو انہوں نے فرمایا اے ابو اسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔[2]

اس حکایت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر ایک تا متصل باطل وملحق بالموضوع ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعًا[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقًا عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

---

[1] و [2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۶/۲

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو، کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارۂ رد و قبول غالب محاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار ہیں تقریب و تدریب وغیرہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول هكذا ينبغي التحقيق والله ولي التوفيق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہ اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم[عه] وشروحہ[1] وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

[عه] المرسل ان كان من الصحابي يقبل مطلقا اتفاقا وان من غيره فالاكثر منهم الامام ابو حنيفة والامام مالك والامام احمد رضي الله تعالى عنهم قالوا يقبل مطلقا اذا كان الراوي ثقة وقال ابن ابان رحمه الله تعالى من مشائخنا الكرام يقبل من القرون الثلثة مطلقا ومن ائمة النقل بعد تلك القرون وقال طائفة من المتأخرين منهم الشيخ ابن الحاجب المالكي والشيخ كمال الدين بن الهمام منا يقبل من ائمة النقل مطلقا من اى قرن كان اعتضد بشئ ام لا ويتوقف في المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم)، انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم، آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ خود کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اُس کے لیے ذکر وعدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مسامحت وتحسین ظن وخطا فی النظر یہاں پیدا وہاں بھی حاصل بلکہ بتجربہ ومشاہدہ باینہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

کماذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین۔

جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرھم وھو المختار قیل وھو مراد الائمۃ الثلثۃ والجمھور ولایقول احد بتوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لان الرواۃ فیھا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح[1] اھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کرسکتا ہے جو توثیق وتجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

یونہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
الٰی غیرۃ للہ من احکامہ واحوالہ ونعوت
جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات
اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم وشرف
ومجد وعظم وکرم، اٰمین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اسی طرح کے
آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال
کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں
آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی
آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام،
شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین الٰہی۔

الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولٰی عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامت ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالٰی بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذٰلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع الاٰخر من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین، اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین، سبحٰنک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔